

دَلَالُ التَّقْوِيَّةِ

جامعة دارالتفوق لاحور کا ترجمان

جمادی الثانیہ / ربیعہ الاول ۱۴۴۰ھ۔۔۔ مارچ 2019ء

حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا

علماء و مصلحین امت کے فتنے

نیک بیوی کی صفات

ماہ ربیعہ اور اس کے فضائل و مسائل

استقبال رمضان تربیتی نشست

شمار	تاریخ	دن	وقت	مقام
1	13 اپریل، 2019	هفتہ	مغرب تا عشاء	جامع مسجد صدیقیہ باتالپور 03218882733
2	14 اپریل، 2019	الوار	ظہر تا 3:30 بجے	جامع مسجد زینب فرخ آباد شاہدرہ 03248843916
3	17 اپریل، 2019	بدھ	مغرب تا عشاء	توحید مسجد نیو سپر ٹاؤن میں بلیور اڈڈ لیفس 03224055391
4	20 اپریل، 2019	هفتہ	مغرب تا عشاء	جامع مسجد ابو بکر اے بلاک از میر ٹاؤن 03213867194
5	21 اپریل، 2019	الوار	ظہر تا 3:30	مدینہ مسجد مہاجر آباد 03228405818
6	24 اپریل، 2019	بدھ	بعد نماز عشاء	الفضل مسجد صادق کالونی گڑھی شاہو۔ 03004408993
7	27 اپریل، 2019	هفتہ	مغرب تا عشاء	الہلال مسجد چوربجی پارک 03158009237
8	28 اپریل، 2019	الوار	ظہر تا 3:30	مکان نمبر 587 گلی نمبر 31 گلہار بلاک بحریہ ٹاؤن (شاهد میر صاحب) 03004015576
9	3 مئی، 2019	جمع	عصر تا مغرب	جامعہ دارالتعوی قصور 03054491891
10	4 مئی، 2019	هفتہ	مغرب تا عشاء	جامع مسجد پی ایڈٹیٹ کالونی 03334287107
11	5 مئی، 2019	الوار	ظہر تا 3:30	جامع مسجد سیلیاٹ ٹاؤن نزد ابراہیم مسجد 03000845212
12	9 مئی، 2019	جمعرات	بعد الفجر	جامع مسجد صدیقیہ چاہ میراں 03334510090
13	12 مئی، 2019	الوار	ظہر تا 3:30	جامع مسجد خالق گلشن راوی 03224047029
14	12 مئی، 2019	الوار	ظہر تا 3:30	جامع مسجد چوربجی کوثر 03217744712

دَارُ الْتَّقْوَىٰ

ماہنامہ لاہور ۵

جمادی الثانیہ / ربیع بیانیہ ۱۴۴۰ھ مارچ : ۲۰۱۹ء

زیر پرستی

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہ
حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ

جلد نمبر 8 شمارہ نمبر 6

مدرسہ

حضرت مولانا اویس احمد صاحب

مولانا عبدالودود ربانی
مدیر مسئول

مجلس مشاورت

حضرت مولانا عثمان صاحب
حضرت مولانا عامر رشید صاحب
حضرت مولانا جیل الرحمن صاحب

مفتی محمد اسماء
مولانا ذوالکفل

مجلس ادارت

اس دائرے میں سرخ نشان
مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے

نی شمارہ: ۳۰ روپے
سالانہ بدل خرچ: ۳۵۰ روپے

سالانہ رسائلے کے اجراء کے لیے مذکورہ پتھر پر منی آڑ کریں

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ

متصل جامع مسجد الہلال چوبرجی پارک لاہور

Email Address
monthlydarultaqwa@gmail.com

فون نمبر: 042-35967905
0321-7771130

مطابق شرکت پرنگ پر لین

متصل جامع مسجد الہلال چوبرجی پارک لاہور

مقام اشاعت

فہرست

مارچ 2019ء

ماہنامہ دارالتوحی

5

ملیر

حرف او لیں

8

حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ

درس قرآن

11

مفتی ڈاکٹر عبدالواحد حناب

درس حدیث

☆☆☆

مقالات و مضمون

☆☆☆

14

مولانا محمد یوسف بنوریؒ

علماء و مصلحین امت کے فتنے

18

مولانا پروفسر عبدالرؤوف

اجتماعی بیان کی نزاکت اور ضروری احتیاط

23

اشیخ حافظ صلاح الدین

نیک بیوی کی صفات

38

مولانا احسان الحق اخونزادہ

حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا

46

ڈاکٹر مفتی احمد خان

ماہ رجب اور اس کے فضائل و مسائل

55

طلبا جامعہ ہذا

بیان مفتی ابوالباقہ شاہ منصور صاحب

60

دارالافتاء و تحقیق

آپ کے مسائل کا حل

64

حضرت حکیم الامتؒ

اعمال قرآنی

65

مولانا عبدالودود ربانی

شب و روز

سعودی ولی عہد کا دورہ پاکستان

پاکستان اور سعودی عرب کی دوستی سات دہائیوں پر مشتمل ہے اور یہ دوستی ہرگز رتے دن کے ساتھ گہری اور مضبوط ہوتی جا رہی ہے۔ سعودی عرب نے پاکستان کا ہر مشکل وقت بھر پور ساتھ دیا اور آج بھی وہ پاکستان اور اس کے عوام کی ہر ممکن مدد پر کر رہتے ہے۔ سعودی عرب اُن چند اولین حکومات میں سے تھا جنہوں نے پاکستان کے وجود میں آتے ہی اسے تسلیم کیا۔ شاہ سعود، 1953ء میں سعودی عرب کے دوسرے بادشاہ بنے۔ اُن کے زمانے میں پاکستان اور سعودی عرب کے گھرے تعلقات استوار ہوئے۔

اسلام سرزمینِ میانچہ سے پھیلا جواب سعودی عرب کا ایک اہم صوبہ ہے۔ مبین دینِ اسلام کے دو مقدس ترین مقامات مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ واقع ہیں۔ اہل پاکستان کی ان مقدس جگہوں سے والبُغثی اور عقیدت ان دو حکومات کے تعلقات میں بھی ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔ سات دہائیوں سے قائم پاک سعودی تعلقات کی دیگر وجوہات کے ساتھ ساتھ یہ سب سے بڑی وجہ ہے جبکہ دیگر میں پاکستان کو ستائیں مہیا کرنا، مالی معاونت کرنا، اندر وطنی سیاسی بحران میں ثالثی کا کردار ادا کرنے کے ساتھ متعدد معاملات پر دفعی، داخلی و خارجی سلامتی یا بین الاقوامی سیاسی میدان میں مشکل پیش آئی تو پاکستان فوراً مدد کو پہنچا ہے۔ پاکستان نے نہ صرف سعودی فوج کی تربیت سازی میں اہم کردار ادا کیا بلکہ سعودی سلطنت کے استحکام کے معاملے میں بھی تعاون فراہم کیا ہے۔ اس ضمن میں پاکستان کا واحد اسلامی ایٹھی قوت ہونا بھی اس کو سعودی عرب کے لیے اہم بناتا ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اسرائیل کے خلاف پاکستان بطور ایٹھی ریاست ان کی ڈھان ہے۔ حالانکہ سعودی عرب کا امریکہ سے دفاعی، معاشری اور تجارتی تعلق بہت مضبوط ہے لیکن ان کو اپنی داخلی اور خارجی سلامتی کے حوالے سے اس پر اعتبار نہیں ہے۔ پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان عسکری

تعاقبات، سفارتی تعاقبات سے زیادہ گھرے اور مضبوط ہونے کے باوجود سعودی عرب کو مسلم دنیا سمیت بین الاقوامی سطح پر پاکستان کی سفارتی حمایت کی بھی ضرورت ہے جس کی مثال ہمیں صحافی خاشقجی کے قتل کے معاملے میں ملتی ہے۔

سعودی ولی عہد کے دورہ پاکستان سے دونوں ممالک کے تعاقبات کوئی جہت ملی ہے۔ یہ دورہ کئی حوالوں سے بہت اہمیت کا حامل رہا۔ دورے کے دوران پہلے سے طشدہ یادداشتوں کے علاوہ ایک بہت اہم پیش رفت سعودی عرب کی جیلوں میں قید 2107 پاکستانی شہریوں کی رہائی کا خوشنگوار اعلان تھا جو کسی سر پر اُن سے کم نہ تھا جس کی تمام حلقوں میں خوب پذیرائی ہوئی۔ یہ وہ قیدی ہیں جو معمولی جرائم، مثلاً ویزے کے معیاد سے زیادہ قیام وغیرہ کی وجہ سے سزا کاٹ رہے ہیں۔

ایوان صدر میں ولی عہد کے اعزاز میں منعقدہ تقریب میں ان کو پاکستان کا اعلیٰ ترین سول ایوارڈ ”نشان پاکستان“ سے نواز گیا۔ ففتر خارجہ اعلامیے کے مطابق وزیر اعظم عمران خان نے سعودی ولی عہد کو ہند کے زیر انتظام کشمیر میں ہونے والی انسانی حقوق کی پامالی پر بریفنگ دی۔ دونوں رہنماؤں نے دنیا بھر میں مسلمانوں کے خلاف ظلم و سربریت کی مذمت کی۔

یہ دورہ جہاں پاکستان اور اس کے عوام کیلئے کئی خوشیاں لائے گا وہیں سی پیک اور آئل ریفارٹری اور اسی طرح کے دیگر منصوبوں کے کامیابی سے قائم ہونے کی بنیاد بننے گا۔ اس سے جہاں دونوں ممالک کے کاروبار کو فائدہ پہنچ گا وہیں پاکستانی انڈسٹریز کو ایک نئی جہت نصیب ہوگی۔ اقتصادی تعاقبات سے سرمایہ کاری کے نئے موقع کھلیں گے۔ اس دورے کے دوران سعودی ولی عہد کی خواہش پر پاک سعودی رابطہ کونسل کا قیام بھی عمل میں آیا جس کا سالانہ اجلاس ریاض اور دوسری بار اسلام آباد میں ہوگا۔ اس کونسل کی سربراہی وزیر اعظم پاکستان اور سعودی ولی عہد مشترکہ طور پر کریں گے۔ دورہ اسلام آباد کے دوران ولی عہد نے 20 ارب ڈالر کے منصوبوں کی یادداشتوں پر دستخط ہوئے۔ 10 بلین ڈالر کی لاغت سے پاکستان کے ساحلی شہر گوادر میں مجوزہ سعودی آئل ریفارٹری سے متعلق یادداشت پر بھی دستخط ہوئے۔ ماہرین کے مطابق یہ آئل ریفارٹری پاکستان کی توانائی کی ضروریات اور ادھیکیوں کے توازن کو بہتر کرنے میں بڑی معاون ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ پاک سعودیہ دوستی کو نظر بد سے بچائے اور اسے خطے کے لئے امن و سلامتی کا باعث بنائے۔ آمین

متاز عالم دین مولانا قاری فضل الہی کا سانحہ ارتحال

جامعہ اشرفیہ لاہور کے شعبہ تجوید و قرائت کے سابق سینئر استاد اور متاز عالم دین مولانا قاری فضل الہی طویل علاالت کے بعد لاہور میں 22 فروری کو صبح ہجر کے وقت 80 سال کی عمر میں انتقال کر گئے، وہ تقریباً عرصہ 8 سال سے شوگر، بلڈ پریش اور گردوں کے عارضہ کے باعث ڈنلبیس کے مریض تھے، ڈنلسز کے دوران، ہی تقریباً 8 سال میں سے 7 سال تک مسجد میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

مرحوم نے تمام زندگی صبر، استقامت، قناعت اور درویشی میں گذاری خضری مسجد سمن آباد اور پھر مرکزی جامع مسجد عکس جیل سمن آباد میں ہی عرصہ تقریباً 40 سال سے امام اور نائب خطیب کے منصب پر فائز رہے۔

مرحوم معروف عالم دین و کالم نگار مولانا مجیب الرحمن انقلابی، مولانا حافظ عبد المنعم، مولانا عبدالودود شاہد، مفتی عبید الرحمن، حافظ عبد الرؤوف اور قاری عبد الباسط کے والد اور جامعہ دارالتقوی لاہور کے نائب مہتمم و استاذ الحدیث حضرت مولانا محمد عثمان دامت برکاتہم کے سر تھے۔ مولانا قاری فضل الہی برصغیر پاک و ہند کے نامور قاری مولانا قاری عبد المالک لکھنوی کے براہ راست شاگرد، مولانا قاری اظہار احمد تھانوی، مولانا قاری حسن شاہ، جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم مولانا حافظ فضل الرحمن اشرفی، شیخ الحدیث مولانا عبد المالک اور دیگر نامور علماء کے ہم سبق اور ہم عصر تھے انہوں نے جامعہ اشرفیہ لاہور سمیت مختلف دینی مدارس میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیے۔ مرحوم نے 6 بیٹے، 4 بیٹیاں جن کو انہوں نے خود حفظ کرایا اور چار بیٹے عالم دین، سینکڑوں شاگرد اور ہزاروں عقیدت مند سوگوار چھوڑے ہیں مرحوم کی نماز جنازہ جامع مسجد عکس جیل چوک میں مارکیٹ سمن آباد لاہور میں جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم مولانا حافظ فضل الرحمن اشرفی نے پڑھائی۔

هم مولانا قاری فضل الہی کی وفات پر ان کے لواحقین سے اظہار تعزیت کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور لواحقین کو صبر جیل عطا فرمائے۔ آمين

والسلام
مدیر مسؤول

درس قرآن

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ

تنبیہ و تہذیب بدمگانی و غیبت و ممانعت از تجسس احوال:

سورۃ الحجرات آیت نمبر ۱۲

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ ۝ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسِّسُوا
وَلَا يُغْتَثِ بِعَصْكُمْ بِعَصْكًا أَيْحَبُ أَحَدُكُمْ أَنْ يُأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكُلْ هُنْمُوهُ وَاتَّقُوا
اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ تَوَاَبُ رَحِيمٌ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے احتراز کیا کرو اور بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے عیب کی ٹھوٹ نہ کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کو پیچھے پیچھے برا کہا کرو کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے سو تم کو اس سے گھن آئے اور تم اس سے منفر ہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو پیشک اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا اور بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔

(رابط) گذشتہ آیات میں مسلمانوں کی گروہ بندی اور باہمی منازعات و مخاصمات سے منع کیا گیا تھا اور اس پر وعدہ و تنبیہ کی گئی تھی کہ کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے یا اس کا مذاق اڑائے کیونکہ ایسی ہی

باتیں مسلمانوں میں نفاق و شفاق پیدا کرنے والی ہیں تو اب ان آیات میں مزید ایسے اسباب بیان فرمائے جا رہے ہیں جن کی وجہ سے باہمی منافرت اور عداوت کی فضا پیدا ہوئی ہے، آپس میں جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور نوبت جنگ و جدل اور قتل و خونریزی تک پہنچ جاتی ہے جن میں سب سے بڑی اور بنیادی چیز قلوب سے اخلاص کا نکل جانا اور باہم بدگمانی میں پڑ جانا ہے بدوئی، غیبت الزام تراشی غرض یہ سب باتیں مہلک ہیں ان سے بچنے کی ضرورت ہے تو فرمایا:

اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے احتراز کیا کرو اور بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے عیب کی طیول نہ کیا کرو اور انہ ایک دوسرے کو پیچھے پیچھے برا کہا کرو کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے سو تم کو اس سے ٹھن آئے اور تم اس سے منفر ہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا اور بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔

چونکہ ظن کی بہت سی اقسام ہیں بعض جائز، بعض واجب، بعض مباح، بعض حرام، اس لئے فرمایا، ظن اور گمان کی کثرت سے احتراز کرو یا یہ مطلب ہے "اجتنبوا اجتناباً کثیراً" - کہ بچو بچنا بہت۔ اہل خیر اور صلاح کے ساتھ بدگمانی کرنا بہت بری بات ہے اور اہل فتن کے معاملے میں بدگمانی جائز ہے اور جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ بعض افراد ظن اور گمان کے گناہ ہیں تو ان کی تحقیق کرنے کے بعد جہاں بدگمانی جائز ہو یا ضروری ہو وہاں بدگمانی کرے تو مضائقہ نہیں، یہیں کہ ہر موقع پر اور ہر معاملے میں بدگمانی کرو اور برعے ظن سے کام لو جو شخص بہت بدگانیوں سے احتراز کرے گا تو بعض سے نج جائے گا "تجسس" کسی کے عیب کی تلاش کرنا اور مسلمانوں کے عیب ڈھونڈتے پھر نے۔

حضرت مجاهد (رح) کا قول ہے خذوا ما ظهروا دعوا ماستره اللہ یعنی جو کچھ ظاہر ہوا وہ لے لو اور جو اللہ نے چھپا لیا اسے چھوڑ دو ہر حال عیب جوئی سے منع فرمایا کسی کی چھپ کر باتیں سننا یا سونے والے کی حالت بننا کر جا گئے رہنا اور دوسروں کی باتیں سننا رہنا تجسس ہے اس میں بھی اگر کہیں اپنے آپ کو ضرر سے بچانے یا کسی مسلمان کو نقصان سے بچانے کی غرض سے دشمن کی تدابیر کا کھونج لگائے تو جائز ہو گا پھر فرمایا ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرو یعنی پیچھے کے پیچھے ایسی برائی کرنا جو سچی ہو کہ اگر اس کے سامنے کرو تو اسکونا گوار گزرے یہ غیبت ہے اور اگر وہ بات سچی نہ ہو تو بہتان ہے غیبت کو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے گوشت کھانا فرمایا جس طرح کسی انسان کا گوشت نوچ کر کھانے سے تکلیف ہوتی ہے، اسی طرح اس کی

آبروریزی بھی اسکی تکلیف کا موجب ہے اگرچہ اس آبروریزی کا اسکو علم نہ ہو تو عدم حس میں مشابہت مردے کے ساتھ دی لیکن فی نفسہ تو تکلیف وہ چیز ہے گویا مرے ہوئے بھائی کا گوشٹ نوج نوج کر کھا رہے ہو پس جس طرح مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے گھن کرتے ہو اس طرح اسکی پیٹھ چھپے اس کی آبروریزی سے بھی پچوا اس کو برآ سمجھو، پس پشت ہر صورت میں بدگوئی کی ممانعت فرمادگی البتہ مظلوم ظالم کی بدگوئی کر سکتا ہے بشرطیکہ دین کا کچھ فائدہ ہو۔

تحقیر۔ جس طرح قول سے ہوتی ہے فعل سے بھی ہوتی ہے مثلاً کسی انگڑے کی نقل اتنا رنا یا کسی پستہ قد کو اشارہ کر کے اور مٹھی بنایا کر دکھانا وغیرہ وغیرہ۔

اور یہ جو فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو یعنی غیبت کرنے سے پچوا اور توہہ کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ توہہ کو قبول فرماتا ہے اور وہ بڑی مہربانی کرنے والا ہے، غیبت حق العباد بھی ہے اور حق اللہ بھی یعنی اللہ تعالیٰ سے توہہ کرو اور جس کی غیبت کی ہے اس سے معاف کرو اور اگر وہ مر گیا ہو تو اس کے لئے استغفار کرے غیبت صرف مسلمان ہی کی حرماں نہیں بلکہ کافر جزوی ہو اسکی بھی غیبت حرام ہے۔

ایک دفعہ ایک صحابی نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر وہ بات جو میں اپنے بھائی کے پس پشت کہہ رہا ہوں وہ اس میں موجود ہو تو کیا پھر بھی غیبت ہے؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہاں! یہ بھی غیبت ہے اور اگر تم ایسی بات اسکے متعلق کہو گے تو اس میں موجود نہیں تو تم اس پر بہتان لگانے والے ہو گے۔

• • •

اطلاع

جامعہ دارالتفوی کے دارالاوقاف نے روزمرہ کے معمولات سے متعلق اور صبح شام کی مسنون دعاوں پر مشتمل ایک کتاب ترتیب دی ہے جو چھپ کر آچکی ہے۔ حضرات و خواتین اپنی قربی برانچ سے طلب کر کے اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھانے کو شکش کریں۔

دریں حدیث

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب

رئیس الاقاء جامعہ دارالتفوی

حق مہر

رسول اللہ ﷺ کی ازواج اور صاحبزادیوں کا مہر

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلَتْ عَائِشَةَ كَمْ كَانَ صِدَّاقُ النِّسِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ
صِدَّاقَهُ لَا زُوْاجِهِ اثْنَتِيْنِ عَشَرَةَ أُوقِيَّةً وَنَشْ قَالَتْ أَتَنْدِرِيْ مَا النَّشْ قُلْتُ لَا قَالَ
نَصْفُ أُوقِيَّةٍ قَتْلُكَ خَمْسُ مائَةٍ دَرْهَمٍ (مسلم)

حضرت ابو سلمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا اپنی ازواج کے لئے مہر کتنا تھا۔ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ازواج کے لئے مہر
سائز ہے بارہ اوقيہ چاندی (فی اوقيہ چالیس درهم کے حساب سے) یہ کل پانچ سورہم ہوئے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے علم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سائز ہے) بارہ اوقيہ چاندی (یعنی پانچ سورہم
درهم) سے زائد مہر پر اپنی کسی زوجہ سے نکاح کیا ہوا اور اپنی کسی بیٹی کا نکاح کیا ہوا۔ (ترمذی، ابو داؤد)

فائدہ: پانچ سورہم کی 131 تولہ 3 ماشہ یا ایک کلو 527.5 گرام چاندی ہوتی ہے۔

حضرت ام حبیبہؓ سے روایت ہے کہ وہ عبد اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں جس کی موت (عیسائی مذہب
پر) جب شہ میں ہوئی۔ (رسول اللہ ﷺ کے پیغام نکاح بھجوانے پر) نجاشی بادشاہ نے ان کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے

کیا اور اپنے پاس سے ان کو چار ہزار درہم مہر میں دیئے (جس کی مقدار 12 کلو 224 گرام چاندی بنتی ہے)۔
بہت زیادہ مہر مقرر کرنا کوئی عزت کی بات نہیں

حضرت عمرؓ نے فرمایا (اے لوگو) آگاہ ہو (اور میری یہ نصیحت پلے باندھ لو کہ) عورتوں کے مہر، بہت زیادہ نہ رکھو کیونکہ یہ اگر دنیا میں تعریف اور اللہ کے ہاں تقویٰ (اور عزت) کی بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ میں تم سے زیادہ اس کے (کرنے کے) حقدار ہوتے (حالانکہ آپ ﷺ نے اپنی کسی زوجہ کا اور اپنی کسی بیٹی کا مہر 500 درہم یعنی 131.25 تو لے یا 1.528 کلو چاندی سے زیادہ مقرر نہیں کیا) (ترمذی وابداود)

رخصی سے قبل بیوی کو کچھ ہدیہ دینا یا مہر کا کچھ حصہ دینا مستحب ہے

نبی ﷺ کے ایک صحابی سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے جب رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے نکاح کیا تو ان کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس سے روکا یہاں تک کہ وہ فاطمہ کو (ہدیہ کے طور پر) یا مہر کے ایک حصہ کے طور پر) کچھ دیں (کیونکہ یہ بات عورت کی خوشی اور محبت کا باعث ہوگی) انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا (اچھا اور کچھ نہیں ہے تو) اپنی زرہ ہی ان کو دے دو۔ غرض حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو اپنی زرہ دی اور پھر ان کے ساتھ یکجائی کی۔ (ابوداؤد)

مہر کب واجب ہوتا ہے

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَضَى فِي الْمَرَأَةِ إِذَا تَرَوْجَهَا

الرَّجُلُ إِذَا أَرَى حِيَّتَ السُّتُورِ فَقَدُّو جَبَ عَلَيْهِ الصَّدَاقُ (مؤطمالک)

سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مرد جب عورت سے نکاح کر لے تو حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ دیا کہ یکجائی کے لئے جب پر دے گرادیئے جائیں (اور دروازے بند کر دیئے جائیں اور خلوت ثابت ہو جائے) تو (اسی سے پورا) مہر واجب ہو جاتا ہے۔ (مؤطمالک)

مہر مقرر نہ کیا ہو اور شخصی سے پہلے شوہر مر جائے

علقہ رحمہ اللہ سے روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس

نے ایک عورت سے نکاح کیا اور نہ تو اس کے لئے مهر مقرر کیا اور نہ ہی اس سے بیکھائی کی یہاں تک کہ اس کی وفات ہو گئی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (کے علم میں نہ تھا کہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کی کوئی ہدایت موجود ہے اس لئے انہوں) نے یہ جواب دیا کہ عورت کو (اپنے باپ کے خاندان کی) اپنی حصی عورتوں کے مہر کے مثل ملے گا نہ اس سے کچھ کم اور نہ کچھ زیادہ اور اس پر عدت بھی ہو گی اور اس کو (شوہر کی) میراث بھی ملے گی۔ (اسی مجلس میں) حضرت معقل بن سنان^{رض} (بھی تھے۔ یہ جواب سن کروہ) کھڑے ہوئے اور کہا ہماری ایک عورت بروع بنت واشق کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بھی بعینہ ایسا ہی فیصلہ دیا تھا (یہ جان کر کہ ان کا اجتہاد نبی ﷺ کے فیصلے کے موافق ہوا) حضرت عبد اللہ بن مسعود^{رض} (انتہائی) خوش ہوئے۔ (ترمذی و ابو داؤد)

شغار سے ممانعت

عَنْ أَبْنَىٰ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَا عَنِ الشِّغَارِ (بخاری)

حضرت عبد اللہ بن عمر^{رض} سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شغار سے منع کیا۔

شغار سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی کا نکاح دوسرے سے کر دے اور عوض میں دوسرا اپنی بیٹی کا نکاح پہلے سے کر دے اور مہر کچھ نہ ہو۔

• • •

امام ابوحنیفہؓ کی ذہانت کا ایک واقعہ

امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے کچھ مال گھر میں فن کرنا تھا؛ لیکن جگہ بھول گیا کہ کہاں فن کیا تھا؟ امام صاحب نے فرمایا: تو میں کس طرح بتا سکتا ہوں؟ یہ سن کروہ آدمی رونے لگا، امام صاحب نے اپنے تلامذہ سے کہا میرے ساتھ اس کے گھر پر چلو، وہ آدمی سب کو لے کر اپنے گھر پر آیا، امام صاحب نے فرمایا: تم سوتے کہاں تھے اور کپڑے کہاں رکھتے تھے؟ وہ آدمی ایک کمرے میں لے گیا، اب امام صاحب نے اپنے شاگردوں سے کہا اگر یہ گھر آپ لوگوں کا ہوتا اور کچھ فن کرنا ہوتا تو کہاں فن کرتے؟ ایک نے کہا: یہاں، دوسرے نے کہا: وہاں، اس طرح پانچ جگہوں کی نشان دہی کی گئی امام صاحب نے ان جگہوں پر کھودنے کا حکم دیا؛ چنانچہ تیسری جگہ کھودنے پر مال نکل آیا، امام صاحب نے اس آدمی سے کہا: اللہ تعالیٰ کے شزادا کر، اس نے تیرا مال لوٹا دیا۔ (تمذکرة العمآن، ص: ۲۳۹)

اوقیان: محدث ا忽ص حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ

علماء و مصلحین امت اور ان کے فتنے

سب سے بڑا صدمہ اس کا ہے کہ مصلحین کی جماعتوں میں جو فتنے آج کل رومنا ہو رہے ہیں، نہایت خطرناک ہیں، تفصیل کا موقع نہیں، لیکن فہرست کے درجہ میں چند باتوں کا ذکر ناگزیر ہے۔

1- مصلحت اندیشی کا فتنہ

یہ فتنہ آج کل خوب برگ وبار لارہا ہے، کوئی دینی یا علمی خدمت کی جائے، اس میں پیش نظر دنیاوی مصالح رہتے ہیں، اس فتنہ کی بنیاد نفاق ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سی دینی و علمی خدمات برکت سے خالی ہیں۔

2- ہر دلجزیری کا فتنہ

جو بات کبھی جاتی ہے، اس میں یہ خیال رہتا ہے کہ کوئی بھی ناراض نہ ہو سب خوش رہیں، اس فتنہ کی اساس حب جاہ ہے۔

3- اپنی رائے پر جمود و اصرار اپنی بات کو صحیح و صواب اور قطعی و یقینی سمجھنا

دوسروں کی بات کو درخواست اعتماد اور لائق التفات نہ سمجھنا، بس یہی یقین کرنا کہ میرا موقف سو فیصد حق اور درست ہے اور دوسرے کی رائے سو فیصد غلط اور باطل۔ یہ اعجاب بالرائے کا فتنہ ہے اور آج کل سیاسی جماعتیں اس مرض کا شکار ہیں۔ کوئی جماعت دوسرے کی بات سننا گوارا نہیں کرتی، نہ حق دیتی ہے کہ مخالف کی رائے کسی درجہ میں صحیح ہو یا یہ کہ شاید وہ بھی چاہتے ہوں جو ہم چاہتے ہیں، صرف تعبیر اور عنوان کا فرق یا الاہم فالاہم کی تعیین کا اختلاف ہو۔

4-سوءِ ظن کا فتنہ

ہر شخص یا ہر جماعت کا خیال یہ ہے کہ ہماری جماعت کا ہر فرد مغلص ہے اور ان کی نیت بخیر ہے اور باقی تمام جماعتوں جو ہماری جماعت سے اتفاق نہیں رکھتیں، وہ سب خود غرض ہیں، ان کی نیت صحیح نہیں، بلکہ اغراض پرستی ہیں، اس کا منشاء بھی عجب و کبر ہے۔

5-سوءِ فهم کا فتنہ

کوئی شخص کسی مخالف کی بات جب سن لیتا ہے تو فوراً اسے اپنا مخالف سمجھ کر اس سے نہ صرف نفرت کا اظہار کرتا ہے، بلکہ مکروہ انداز میں اس کی تردید فرض سمجھی جاتی ہے۔ مخالف کی ایک ایسی بات میں جس کے کئی محمل اور مختلف توجیہات ہو سکتی ہیں، وہی تو جیسا اختیار کریں گے جس میں اس کی تحقیر و تذلیل ہو، کیا "ان بعض الظن اثم" (یقیناً بعض گمان گناہ ہیں) اور "ایک والظن فان الظن اکذب الحدیث" (بدگمانی سے بچا کرو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے اور بڑے بڑے جھوٹ اسی سے پیدا ہوتے ہیں) کی نصوص مرفوں اعمل ہو چکی ہیں؟

6-بہتان طرازی کا فتنہ

مخالفین کی تذلیل و تحقیر کرنا، بلا سند ان کی طرف گھناؤنی باتیں منسوب کرنا۔ اگر کسی مخالف کی بات ذرا بھی کسی نقل کردی، بلا تحقیق اس پر یقین کر لینا اور مزے لے لے کر حافل و مجلس کی زینت بنانا، بالفرض اگر خود بہتان طرازی نہ بھی کریں، دوسروں کی سئی سانی باتوں کو بلا تحقیق صحیح سمجھنا، کیا یہ نص قرآنی "ان جاءكم فاسق بناء فتبينوا" الآية (اگر آئے تمہارے پاس کوئی گناہ گار خبر لے کر تو تحقیق کرلو) کے خلاف نہیں؟

7-جدبہ انقام کا فتنہ

کسی شخص کو کسی شخص سے عداوت و نفرت یا بدگمانی ہے، لیکن خاموش رہتا ہے لیکن جب ذرا اقتدار مل جاتا ہے، طاقت آجاتی ہے تو پھر خاموشی کا سوال پیدا نہیں ہوتا، گویا یہ خاموشی معانی اور درگذر کی وجہ سے نہیں تھی، بلکہ بیچارگی و ناتوانی اور کمزوری کی وجہ سے تھی، جب طاقت آگئی تو انقام لینا شروع کیا، رحم و کرم اور عنود رگذر سب ختم۔

8- حب شہرت کا فتنہ

کوئی دینی یا علمی یا سیاسی کام کیا جائے، آرزو یہی ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ داد ملے اور تحسین و آفرین کے نعرے بلند ہوں، درحقیقت اخلاص کی کمی یا فقدان سے اور خودنمایی و ربا کاری کی خواہش سے یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے، صحیح کام کرنے والوں میں یہ مرض پیدا ہو گیا اور درحقیقت یہ شرکِ خفی ہے، حق تعالیٰ کے دربار میں کسی دینی یا علمی خدمت کا وزن اخلاص سے ہی بڑھتا ہے اور یہی تمام اعمال میں قبول عند اللہ کا معیار ہے، اخبارات، جلسے، جلوس، دورے زیادہ تر اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

9- خطابت یا تقریر کا فتنہ

یہ فتنہ عام ہوتا جا رہا ہے کہ لُن ترانیاں انتہا درجہ میں ہوں، عملی کام صفر کے درجہ میں ہوں، قوایی کا شوق دامن گیر ہے، عمل و کردار سے زیادہ واسطہ نہیں۔ "لَمْ تقولونْ مَا لَا تَنْفَعُونَ كَبَرْ مَقْتَنَا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَنْفَعُونَ" ترجمہ:- کیوں کہتے ہومنہ سے جو نہیں کرتے، بڑی بیزاری کی بات ہے اللہ کے یہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو۔ (ترجمہ شیخ الہند) خطیب اس انداز سے تقریر کرتا ہے گویا تمام جہاں کا درد اس کے دل میں ہے، لیکن جب عملی زندگی سے نسبت کی جائے تو درجہ صفر ہوتا ہے۔

10- پروپیگنڈا کا فتنہ

جو جماعتیں وجود میں آئی ہیں، خصوصاً سیاسی جماعتیں ان میں غلط پروپیگنڈا اور واقعات کے خلاف جوڑ توڑ کی وبا تی پھیل گئی ہے جس میں نہ دین ہے اور نہ اخلاق نہ عقل ہے نہ انصاف، محض یورپ کی دین باختہ تہذیب کی نقاہی ہے، اخبارات، اشتہارات ریڈ یوٹیلی ویژن، تمام اس کے مظاہر ہیں۔

11- مجلس سازی کا فتنہ

چند اشخاص کسی بات پر متفق ہو گئے یا کسی جماعت سے اختلاف رائے ہو گیا، فوراً اخبار نکالا جاتا ہے بیانات پچھتے ہیں کہ اسلام اور ملک، بس ہماری جماعت کے دم قدم سے باقی رہ سکتا ہے۔ نہایت دل کش عنوانات اور جاذب نظر الفاظ و کلمات سے قراردادیں اور تجویزیں چھپنے لگتی ہیں، امت میں تفرق و انتشار اور گروہ بندی کی آفت اسی راستے سے آئی ہے۔

12- عصیت جاہلیت کا فتنہ

اپنی پارٹی کی ہربات خواہ وہ کسی ہی غلط ہواں کی حمایت و تائید کی جاتی ہے اور مخالف کی ہربات پر تنقید کرنا سب سے اہم فرض سمجھا جاتا ہے مدعی اسلام جماعتوں کے اخبار و رسائل، تصویریں، کارٹون، سینما کے اشتہار، سود اور قمار کے اشتہار اور گندے مضامین شائع کرتے ہیں، مگر چونکہ "اپنی جماعت" کے حامی ہیں، اس لئے جانی تھب کی بنا پر ان سب کو بنظر احسان دیکھا جاتا ہے، الغرض جو اپنا حامی ہو وہ تمام بدکرداریوں کے باوجود پاک مسلمان ہے اور جو اپنا مخالف ہواں کا نماز روزہ کا بھی مذاق اڑایا جاتا ہے۔

13- حب مال کا فتنہ

حدیث میں تو آیا ہے کہ "حب الدنيا رأس كل خطيبة" دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے، حقیقت میں تمام فتنوں کا قدر مشترک حب جاہ یا حب مال ہے، بہت سے حضرات "ربنا آتنا فی الدنيا حسنة" کو دنیا کی جتوح اور محبت کے لئے دلیل بناتے ہیں، حالانکہ بات واضح ہے کہ ایک ہے دنیا سے تعلق اور ضروریات کا حصول، اس سے انکار نہیں، نیز ایک ہے طبعی محبت، جو مال اور آسائش سے ہوتی ہے، اس سے بھی انکار نہیں، مقصد تو یہ ہے کہ حب دنیا یا حب مال کا اتنا غلبہ نہ ہو کہ شریعت محمد یہ اور دین اسلام کے تمام تقاضے ختم یا مغلوب ہو جائیں، اقتصاد و انتدال کی ضرورت ہے، عوام سے شکایت کیا کی جائے، آج کل عوام سے یہ فتنہ گزر کر خواص کے قلوب میں بھی آرہا ہے، الا ما شاء اللہ! اس فتنے کی تفصیلات کے لئے ایک طویل مقالے کی ضرورت ہے، حق تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

ماہ رجب کی دعا

اللَّهُمَّ بارُكْ لِنَافِي رَجَبٍ وَشَعْبَانَ، وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ

ترجمہ:

یا اللہ ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکت ڈال، اور ہمیں رمضان نصیب فرما۔

پروفیسر عبدالرؤف

اجتماعی بیان کی نزاکت اور ضروری احتیاط

بعض مقرر اور مبلغ اپنے جذبے کے تحت عوام کے اجتماع میں بیان کرتے ہوئے ایسے مشکل اور نازک موضوع کا بھی ذکر کرتے ہیں جس کے کافی دورس اثرات و متأخر مرتب ہوتے ہیں، ایسا بیان کرتے ہوئے شاید ان کا دھیان اس پہلوکی طرف جانے سے رہ جاتا ہے کہ اس طرح کے موضوع پر بیان کرنے سے عوام میں عقائد اسلامیہ کے بارے میں کئی قسم کی اشکالات پیدا ہوں گے، چنانچہ اسی بارے میں غور و فکر کے لیے چند باتیں عرض کی جاتی ہیں:

1۔ عوام کے اجتماع میں تقریر اور بیان کا بنیادی مقصد دین کا شوق اور آخرت کی فکر پیدا کرنا ہوتا ہے، اس کے لیے قرآن و حدیث، ان کی تفاسیر و شروح میں انبیاء کرام، صحابہ کرام اور دیگر اکابر کی بے شمار آسان، واضح، صحیح اور مستند باتیں موجود ہیں، جن کو عام آدمی سمجھ جاتا ہے، لیکن اگر نازک اور مشکل باتیں، مثلاً ایسا موضوع جس کا برآہ راست واضح تعلق صحابہ کرام کے درمیان پیش آنے والے باہمی اختلافات سے ہوا اور جس کی بنیاد پر اسلامی فرقے وجود میں آئے ہوں، بیان کیا جائے گا تو بجائے دین کا شوق پیدا ہونے کے ذہن میں اشکالات اور بھینسیں پیدا ہوں گی۔ مفتی محمد شفیع عثمانی اپنی تفسیر میں ”ادع إلى سبیل ریک“ کے تحت فرماتے ہیں: ”نصیحت سے مراد عنوان بھی نرم ہو، حکمت سے مراد وہ بصیرت ہے جس کے ذریعہ انسان مقتضیات احوال کو معلوم کر کے اس کے مناسب کلام کرے۔ اصولِ دعوت دو چیزیں ہیں: حکمت اور موعظت جن سے کوئی دعوت خالی نہ ہو۔“ (معارف القرآن ج: ۵) علامہ شبیر احمد عثمانی ”تفسیر عثمانی“ میں فرماتے ہیں: ”حکمت سے مراد ہے نہایت پختہ اور اُمّل مضاہین، موعظت حسنہ، لوگ تر غیب و ترہیب کے مضاہین سن کر منزل مقصود کی طرف بے تابانہ دوڑنے لگتے ہیں، جو بڑی اوپنی عالمانہ تحقیقات

کے ذریعہ ممکن نہیں۔ حدیث میں ارشاد مبارک ہے: ”لوگوں پر آسانی کرو، دشواری پیدا نہ کرو۔“ 2۔ کوئی بات، واقعہ یا شخصیت کتنی ہی بلند و بالا، عظمت شان والی اور اہم کیوں نہ ہو اس کا ذکر و بیان موقع محل کی مناسبت سے کیا جائے تو مفید ثابت ہوتا ہے، ورنہ اختلاف و انتشار کے امکانات بھی پیدا ہوجاتے ہیں۔ اس اصول کا خاص طور پر تبلیغی جماعت میں تو غیر معمولی اہتمام کیا جاتا ہے۔ نماز اسلام کا بنیادی رکن اور اہم ترین فرض ہے، جس کے فرائض و اجابت اور دیگر ضروری مسائل کا سیکھنا بھی فرض ہے، لیکن اس کے بارے میں بھی اتنی زیادہ احتیاط کی جاتی ہے کہ بارہ تیرہ آدمیوں پر مشتمل جماعت میں وقت لگانے کے دوران اجتماعی تعلیم میں اختلاف پیدا ہونے کے خدشہ کے پیش نظر بنیادی فرائض کے مسائل سیکھنے یا مذاکرے سے منع کیا جاتا ہے، چنانچہ پرانے تبلیغی بزرگ عالم مولانا محمد عریان پوری جماعتوں کی روائگی کے وقت ہدایات دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ”ہماری اس تعلیم میں فضائل کی تعلیم ہوتی ہے، اس سے شوق اور رغبت پیدا ہوتی ہے اور اس میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوتا، چونکہ مسائل میں اختلاف ہے، اس لیے اجتماعی تعلیم میں مسائل کا تذکرہ نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ سارے ہی حقی ہوں تو بھی مسائل بیان کرنے کی اجازت نہیں، کیونکہ جماعت میں اکثر عوام ہوتے ہیں، غلط مسائل بتانے لگیں گے، اگر مسائل بیان کرنا شروع کیے تو اختلاف ہو جائے گا اور کام نہیں ہو گا۔“ اسی طرح کوئی بھی اور کتاب نہ پڑھنے اور صرف حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی تصنیف کردہ فضائل کی کتابیں پڑھنے کی بھی یہی حکمت (سخت انتشار، تنازع اور کشمکش کا خدشہ) بتائی جاتی ہے۔

3۔ اوپر بتائی گئی تبلیغی اکابر کی اتنی غیر معمولی احتیاط کے ہوتے ہوئے ایسے موضوع کو بیان کرنے کی گنجائش کس طرح پیدا ہو سکتی ہے جس کا براہ راست واضح تعلق نبی اکرم ﷺ کے قریب ترین یہ ترین زمانہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ جیسے عظیم فقیہ، مجتهد اور مفسر اکابر صحابہ کرامؓ، اکابر تابعینؓ اور صلحاء کے دور میں پیش آنے والے اجتہادی اختلاف سے ہو اور جس موضوع کو حضرت شیخ الحدیث ”کے خاص غلیفہ مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے فتاویٰ محمودیہ، ج: ۳، ص: ۸۰ پر ”اجتہادی چیز“ قرار دیا ہو۔

4۔ امت کے اکابر علماء جب بھی کسی ایسی حدیث یا تاریخی واقعہ کا ذکر کرتے ہیں جس سے صحابہ کرامؓ کے آپس کے اختلافات یا نازعات کا پتا چلتا ہو تو وہ اختلاف والی بات ذکر کرنے کے بعد اس کی تشریح و توضیح اس طرح بیان کر دیتے ہیں کہ ہر ہر صحابیؓ کا احترام اور تقدير باقی رہے اور کوئی بات اس طرح نہ بیان ہو جائے کہ ایک صحابیؓ کی توفیقیت ظاہر ہو، مگر دوسرے صحابیؓ کا مقام و مرتبہ محروم ہو، مثلاً

”شامل ترمذی“ میں جب ”باب حضور اقدس ﷺ کی میراث کا ذکر“ کے سلسلے میں حدیث بیان کی گئی تو اس حدیث کے طویل قصے کو نقل کرنے کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے آپس میں جھگڑنے اور حضرت عمرؓ کی تقریر کے سلسلے میں پیدا ہونے والے اشکالات (چند ضروری احتجات) کے جوابات دیتے ہوئے تینوں اکابر صحابہؓ کو اپنی اپنی جگہ حق بجانب ثابت کیا۔ اس طریقے سے ہٹ کر صحابہ کرامؓ کے باہمی اختلاف میں اگر صرف ایک اجتہادی رائے کو تو خوب کھول کھول کر اس انداز سے بیان کیا جائے گا اور ہر طرح کے فضائل و مناقب بھی بیان کیے جائیں گے کہ گویا اسلام اور حق اسی طرف تھا اور اسلام اسی پر موقوف تھا، اس کے علاوہ سب کچھ باطل تھا اور باقی صحابہ کرامؓ کی دوسری اجتہادی رائے کا کوئی ذکر نہیں ہوگا، جبکہ معاملہ بھی ایسا نازک ہو کہ مقتضیاتِ احوال کے تحت ذکر کرنا بھی ضروری ہو تو ایسا کرنے کے نتائج و اثرات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

5۔۔۔۔۔ صحابہ کرامؓ کے باہمی اختلافات (مشاجراتِ صحابہؓ) کے نازک اور مشکل موضوع پر تو بڑے بڑے ائمہ اسلام بھی گفتگو سے اجتناب کی کوشش کیا کرتے تھے۔ مشہور تابعی اور بڑے عالم وفقیہ حضرت حسن بصریؓ کا یہ ارشاد اگرچہ صحابہ کرامؓ کے باہمی قتال کے سلسلے میں ہے، لیکن اس کا ذکر یہاں بھی موزوں اور مناسب ہے کہ: ”جس معاملہ میں تمام صحابہ کرامؓ کا اتفاق ہے ہم اس میں ان کی پیروی کرتے ہیں اور جس معاملہ میں ان کے درمیان اختلاف ہے اس میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔ (مقام صحابہؓ، ص: ۹۵)، حضرت مفتی شفیع کی زندگی کی غالباً آخری تصنیف جو آپ نے تاریخی روایات کی بنیاد پر عائد کیے گئے الزامات کے رد عمل میں اصولی بحث کرتے ہوئے جواب کے طور پر تحریر کی) حضرت مفتی صاحبؒ کے فرزند ارجمند مفتی محمد تقی عثمانی زید مجده نے بھی تقریباً اسی سال ۱۳۹۱ھ میں اسی موضوع پر ”حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق“ تحریر کی، چنانچہ وہ ”بحث کیوں چھپی گئی؟“ کے عنوان کے تحت ابن خلدونؓ کی بیان کردہ بحث کو جامع اور کافی قرار دینے کے بعد تحریر کرتے ہیں: ”ابن خلدونؓ اپنی اس بحث میں مشاجرات صحابہ کرامؓ کے دریائے خون سے نہایت سلامتی سے گزرے ہیں۔ پھر مولانا عثمانی موجودہ زمانے میں اس مسئلے کی کھوکری کو انتہائی مضر قرار دیتے ہوئے تاریخ اسلام اور خاص طور پر مشاجرات صحابہؓ والے حصہ کی تحقیق کے کام سے احتراز کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔“ (ص: ۱۲، ۱۳: ۱۶) حکیم الاسلام قاری محمد طیب شاہید اپنے مقام و مرتبہ کا تقاضا سمجھتے ہوئے با امر مجبوری نازک موضوع پر تحقیقی مقالہ (چھوٹی کتاب) تحریر کر کے آخری گزارش میں فرماتے ہیں کہ: ”اگر یہ نہ چھپی اجا تا تو جو نقول پیش کی گئیں ان کے پیش کرنے کی بھی نوبت نہ

آتی۔” اور پھر یہ بھی فرماتے ہیں: ”هم اصل حقیقت کو سمجھ کر خاموشی اختیار کرنے ہی کو معقول جذبہ سمجھیں گے۔“ جبکہ عام اجتماع کی نسبت کتاب تو بہت ہی محدود تعداد میں لچپسی رکھنے والے لوگ ہی پڑھتے ہیں۔ غور طلب امر یہ ہے کہ جس مشکل موضوع کو چھیڑنے سے حضرت حسن بصریؑ اور حضرت محسیؓ جیسے بڑے علماء فقہا ڈرتے ہوں اور سکوت اور خاموشی اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہوں اور جس موضوع پر علامہ ابن خدونؓ جیسے محقق مؤرخ کی کی گئی بحث کو ”دریائے خون سے نہایت سلامتی سے گزرنَا“ کہا گیا ہو، اس طرح کے موضوع کو اگر ہزاروں لوگوں کے اجتماع (اور پھر جدید الیکٹرونیک سہولیات کی وجہ سے کروڑوں لوگوں) میں بیان کیا جائے گا تو اس سے کس طرح سے اشکالات اور بحثیں پیدا ہوں گی!!! اس کا اندازہ با آسانی کیا جاسکتا ہے اور پھر مستقل طور پر ایسے کچھ مذہبی گروہ موجود ہیں جو صحابہؓ کرامؓ پر انتہائی سنگین الزامات عائد کرتے ہیں، چنانچہ اس بات سے پریشان ہو کر مفتی محدث عثمانی زید مجدهؓ نے حدیث نقش کر کے بڑی درمندی سے تحریر کیا کہ: ”میرے صحابہؓ کے معاملہ میں خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو، میرے بعد ان کو اعتراضات کا نشانہ مت بنانا،“ ہم سید الاولین وآلآخرینؓ کے ارشاد گرامی کا واسطہ دے کر یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ صحابہؓ کی عظمت شان کو پیش نظر رکھ کر ان کے صحیح موقف کو ٹھنڈے دل کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کریں۔“ (ایضاً ص: ۱۰۶)

6۔۔۔ دینی اعمال کا شوق پیدا کرنے کے لیے مولانا محمد الیاسؒ کے ارشاد پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے ”فضائل اعمال“ (چھوٹی چھوٹی کتابوں کا مجموعہ، تبلیغی نصاب) تصنیف کی، اس میں دو سو صفحات پر مشتمل ایک کتاب ”حکایاتِ صحابہؓ“ ہے جس میں صحابہؓ کی خصوصیات اور حالات و واقعات بیان کیے گئے ہیں، جن میں ”دین کی خاطر سختیاں برداشت کرنا اور تکالیف و مشکلات جھیلنا“، اور ”بہادری، دلیری اور موت کا شوق“ کے عنوانات کے تحت جہاد میں شوق و جذبے سے لڑتے لڑتے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے اور شہید ہو جانے کے بھی کافی واقعات ہیں، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ”فضائل اعمال“ میں ان واقعات کے بیان سے اجتناب کی کوشش کی گئی ہے، جن سے صحابہؓ کے باہمی اختلافات کی کوئی بحث شروع ہو کر اشکالات کا سبب نہ بنے۔ تبلیغی جماعت کے اکابر مولانا محمد الیاسؒ، مولانا محمد یوسفؒ، مولانا محمد انعام الحسنؒ، مولانا محمد عمر پالن پوریؒ، مولانا سعید احمد خانؒ، مفتی زین العابدینؒ، مولانا محمد اسلامؒ اور دیگر تمام حضرات بھی اجتماع میں اسی انداز سے بیان کرتے تھے۔

7۔۔۔ ہر مذہبی رسم، طریقہ، عنوان، انداز کے پس پر دہ کوئی فکر، سوچ، عقیدہ یا نظریہ موجود ہوتا ہے، اس عنوان و انداز کو اختیار کرنے کی وجہ سے وہی فکر اور عقیدہ بھی زندہ ہوتا اور فروغ پاتا ہے، تشبہ سے

ممانعت کے حکم کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے، تشبہ کے بارے میں کچھ اس طرح کی بات حضرت شیخ الحدیثؒ نے ”شامل ترمذی“ میں نفلی روزہ کی فضیلت کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کی ہے۔

8۔۔۔ یونیورسٹیز اور کالجز کے اعلیٰ تعلیم یافتہ ایسے حضرات جو دین سے کچھ دور ہو چکے ہیں اور ان کے ذہن میں دین کے بارے میں اشکالات پیدا ہو چکے ہیں (جن کو سیکولر زیادین سے بیزار بھی کہہ دیا جاتا ہے) یہ بات بڑی قوت سے اور کثرت سے کرتے رہتے ہیں کہ اسلام کا نظام کتنے عرصے چل سکا اور ساری منفی باتیں اور ان سے منفی مطالب نکال کر کہتے ہیں کہ اسلامی تاریخ پڑھ کر تو دیکھیں، خونی جنگوں سے بھری پڑی ہے۔ ایسی صورت حال میں اگر دین کا بیان کرنے والا خود ہی اسی قسم کا واقع بیان کرے گا تو گویا ان کے اشکالات میں اضافہ ہی کرے گا۔ یہ صحیح ہے کہ اعتراضات کرنے والے تو اعتراضات کرتے ہی رہتے ہیں، لیکن اتنی تدبیر تو کی جاسکتی ہے کہ کم از کم خود تو ایسی مشکل اور نازک باتیں نہ چھیڑیں جو ایسے اشکالات کے لئے تقویت کا ذریعہ بنیں۔



تلخ رد عمل جذبات کو مجموع کرتا ہے

مولانا ابوالکلام آزاد اپنے بھیپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی والدہ ملازمت بھی کرتی تھیں اور گھر کا کام کا ج بھی وہی کرتی تھیں۔ ایک رات کھانے کے وقت انہوں نے سالم اور جلی ہوئی روٹی میرے والد کے آگے رکھی۔ میں والد کے رد عمل کا انتظار کرتا رہ کہ شاید وہ غصہ کا اٹھا کر ریں مگر انہوں نے انتہائی سکون سے کھانا کھایا اور پھر مجھ سے دریافت کیا کہ آج سکول میں میرا دن کیسا گزر رہا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے کیا جواب دیا لیکن اسی اثناء میں والدہ نے روٹی جل جانے کی معذرت کی۔ مگر میرے والد نے کہا کہ ان کی یہ روٹی کھا کر لطف آیا۔ اسی رات اپنے والد کو شب بخیر کہنے میں ان کے کمرے میں گیا تو ان سے سوال کیا کہ کیا واقعی انہیں جلی روٹی کھ کر لطف آیا؟ انہوں نے پیار سے مجھے اپنے بازوں میں بھر لیا اور جواب دیا کہ تمہاری والدہ نے ایک پر مشقت دن گزار اور پھر تھنشنے کے باوجود گھر آ کر ہمارے لئے کھانا بھی تیار کیا۔

ایک جلی ہوئی روٹی کچھ نقصان نہیں پہنچاتی مگر تلخ رد عمل اور بذریعی جذبات کو مجموع کرتی ہے۔ میرے بچے! زندگی بے شمار تا پسندیدہ اشیاء اور شخصیات سے بھری ہوئی ہے۔ میں بھی کوئی بہترین یا مکمل انسان نہیں ہوں اور یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے ارد گرد لوگ اور عزیز و اقرب بھی غلطی کر سکتے ہیں۔ لہذا ایک دوسرے کی غلطیوں کو درگز کرنا، رشتوں کو بخوبی نجھانا اعلیٰ طرفی کا مظاہرہ کرنا ہی تعلقات میں بہتری کا سبب بتتا ہے۔ زندگی اتنی منظر ہے کہ اس میں معذرت اور پچتاوں کی کوئی گنجائش نہیں ہوئی چاہئے۔

اشیخ حافظ صلاح الدین یوسف

نیک بیوی کی صفات

(۱) نیک بیوی کی پہلی صفت وہ صالحہ اور رقانیت ہو

صالح بیوی کی صفات میں قرآن مجید کی یہ آیت (جوسورہ نساء میں ہے) بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے پہلے تو مرد کی قوامیت حاکمیت و بالادستی بیان فرمائی جس سے از خود یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ گھر کا نظام امن و سکون کے ساتھ تب ہی چل سکتا ہے جب اس گھر میں آنے والی عورت (بیوی) خاوند کی بالادستی کو تسلیم کرے گی، اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[فالصلحت قبیث حفظ] [النساء 34]

”نیک عورت فرماں بردار ہوتی ہے (اپنے رب کی بھی اور اپنے خاوند کی بھی) پوشیدہ باتوں کی حفاظت کرتی ہے بسب اس کے کہ اللہ نے اس کی بھی حفاظت فرمائی ہے۔“

اس میں نیک عورت کی فرماں برداری اور پوشیدہ معاملات کی حفاظت اور اس کی غیر موجودگی میں اس کے مال، اس کے گھر اور اپنی عصمت کی حفاظت جیسی صفات کو مرد کی قوامیت کا نتیجہ بتلایا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو عورت مرد کی اس فطری بالادستی کو تسلیم نہیں کرے گی، وہ نیکی اور فرماں برداری کے تقاضے بھی پورے نہیں کر سکے گی جب کہ ان تقاضوں کی ادائیگی ہی پر گھر کے امن و سکون کا انحصار ہے۔

غیری معاملات کی حفاظت کا سبب اللہ نے یہ بتلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے حقوق بھی محفوظ کر دیے ہیں اور وہ اس طرح کہ مرد کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ عورت کو حق مہر دے، اس کے نان لفقة اور رہائش کا

انتظام کرے اور اس کی دیگر ضروریات پوری کرے۔
اس قسم کی صالحہ اور قابلۃ عورت کے ساتھ مرد کی زندگی نہایت خوش گوارگزرتی ہے اور حالات و معاملات میں کوئی کشیدگی اور تناوا پیدا نہیں ہوتا۔ البته جو عورت ان صفات سے محروم ہوگی تو اس کے اندران صفات کے برکت نشوز پیدا ہو گا جو مرد و عورت کے تعلقات کو ناخوشنگوار بنائے رکھے گا۔

(2) عورت ناشرزہ نہ ہو اور اس کا مطلب

نشوز کیا ہے اور اس کا کیا حلال اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے؟ اسی آیت زیر بحث میں کہا گیا ہے:

[وَالَّتِي تَخَافُونَ نُشُورَ هُنَّ فَعَظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ] [النساء: ۳۴]

”وہ عورتیں جن سے تمہیں نشوز کا خوف ہو تو تم ان کو ععظ و نصیحت کرو اور ان کو بستریوں میں الگ کر دو اور ان کی سرزنش کرو۔“

نشوز عربی زبان میں ارتقائ (بلندی) کو کہتے ہیں۔ یہاں اس لفظ کا مطلب یہ ہو گا کہ جو عورت، مرد کو بالادست سمجھنے کی بجائے اپنی بالادستی منوانے کی کوشش کرے تو چونکہ یہ نشوز فطرت کے خلاف ہے تو اس کا نتیجہ گھر کی بر بادی کے سوا اور کچھ نہیں لٹکے گا۔

اللہ تعالیٰ نے مرد کو دو وجہ سے عورت پر قوام بنایا ہے، ایک کا تعلق وہی صفت سے ہے کہ اس کو عورت کے مقابلے میں زیادہ قوت و توانائی اور زیادہ دماغی و ذہنی صلاحیتوں سے نوازا گیا ہے، دوسری کا تعلق کسی صفت سے ہے کہ مرد محنت کر کے عورت کی تمام ضروریات پوری کرتا ہے (مہر، نان، لفچہ اور دیگر ضروریات مرد کے ذمے ہے) جو عورت صالحہ، قابلۃ ہوتی ہے وہ اس حقیقت کو سمجھتی ہے اور مرد کی شکر گزار اور فرمان بردار بن کر رہتی ہے اور جو صالحہ قابلۃ نہ ہو، وہ عدم اطاعت اور ناشکری کا راستہ اختیار کر کے فطرت سے جنگ کرتی ہے، اس کے نتیجے میاں بیوی کے تعلقات میں جو ناموarی اور ناخوش گواری پیدا ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا حلال یہ بتلایا ہے کہ:

(i) اس کو ععظ و نصیحت کی جائے، اس کو اللہ سے ڈرایا جائے۔

(ii) یہ کارگرنہ ہو تو مرد رات کو اس کے ساتھ سونا چھوڑ دے اور رات کی حد تک علیحدگی اختیار کر لے۔

(iii) یہ علیحدگی بھی اس کو سمجھنے پر آمادہ نہ کرے تو اس کو ہلکی سے مار مار لے جس سے اس کے کسی عضو کو

نقسان نہ پہنچ۔ کیونکہ اس تادیب (سرنگش) سے مقصود اس کی اصلاح ہے نہ کہ اس کو جسمانی نقسان پہنچانا۔

(۷) اس سے بھی مسئلہ حل نہ ہوتا پھر خاوند کے لوگوں کو صورت حال سے مطلع کر کے دو حکم (ثالث) مقرر کیے جائیں، جو دونوں کی باقی سن کر اس کی روشنی میں ان کا فیصلہ کریں۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہوا کہ نیک عورت کی صفات میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ ناشرہ نہ ہو یعنی وہ خاوند کی فرمان بردار ہونے کے اس کو اپنا فرمان بردار بنانے والی۔ گھر میں اس کی بالا دستی کو تسلیم کرنے والی ہونے کے اپنے کو بالا دست سمجھنے والی، خاوند کی بن کر رہنے والی ہونے کہ خاوند کو اپنا بنا کر رکھنے والی۔

(3) خیر اور بھلائی کے کاموں میں خاوند کی فرمان بردار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کون سی عورت بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا:

الَّتِي تَسْرُّهُ إِذَا نَظَرَ وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمْرَ، وَلَا تُخَالِفُهُ فِيمَا يَكُرِهُ فِي نَفْسِهَا

[وَمَالَهُ،] [1]

”وہ عورت، جب خاوند اس کی طرف دیکھتے تو اسے خوش کن نظر سے دیکھے، جب خاوند اس کو کسی بات کا حکم دے تو اسے بحالائے اور عورت اپنے نفس اور خاوند کے مال میں اس کی خواہش کے برعکس ایسا رویہ اختیار نہ کرے جو اس کے خاوند کو ناپسند ہو۔“

(4) خاوند کا استقبال مسکراہٹ اور اچھے لباس میں کرے

اس حدیث میں فرمان برداری کے علاوہ چند اور صفات کا بھی بیان ہے۔ ان میں ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ خاوند اس کی طرف دیکھتے تو اس کا رویہ اور اس کی ہیئت ایسی ہو کہ خاوند اس کو دیکھ کر باغ باغ ہو جائے۔ اس سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ عورت مسکراہٹ کے ساتھ خاوند کا استقبال کرے، منہ بنایا ہوا نہ ہو، خنگی اور ناراضی کے آثار چہرے پر نہ ہوں، غصے میں بھری ہوئی نہ ہو۔

(5) اپنی عصمت و آبرو کا پورا تحفظ کرے

ایک صفت یہ معلوم ہوئی کہ اپنی عصمت و آبرو کا پورا تحفظ کرے اور کسی بھی وقت اور کسی کے ساتھ بھی ایسا رویہ اختیار نہ کرے جس سے خاوند کو کوئی شکایت پیدا ہو یا اس کی مردانہ غیرت و حمیت کے خلاف ہو۔ اسی لیے ایک حدیث میں عورت کو یہ تاکید بھی کی گئی ہے کہ وہ گھر میں ایسے کسی شخص کو آنے کی اجازت نہ

دے جس کو خاوند ناپسند کرتا ہو۔

اس حدیث کے میں السطور سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گھر میں خاوند کے قریبی رشتے دار چھوٹے بڑے بھائی (عورت کے دیور، جیٹھ) اور اسی طرح عورت کے قریبی رشتے دار، اس کے ماموں زاد، پچھزاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد، (جن کو آج کل کزن کہا جاتا ہے) سے بھی پردے کا اہتمام کرے، ان سے بے تکلف نہ ہو۔ ان سے زیادہ بے تکلفی، قربت اور بے پر دگی نہایت خطرناک ہے جس سے اس کی عصمت کی ردائے تقدس بھی تارتا رہ سکتی ہے۔ اس لیے حدیث میں دیور، جیٹھ وغیرہ کو موت قرار دیا گیا ہے۔

(6) خاوند کے مال میں بے جا تصرف نہ کرے

ایک اور صفت اس حدیث میں یہ بتائی گئی ہے کہ عورت خاوند کے مال میں ایسا تصرف نہ کرے جو خاوند کو ناپسند ہو، اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ فضول خرچی سے اور اسی طرح غیر ضروری چیزوں میں پسیے خرچ کرنے سے اجتناب کرے اور ہر وقت مروکی آمدنی کو سامنے رکھے اور اس کے مطابق ہی اپنا بجٹ بنائے اور اسی دائرے میں رہ کر ہی سب کچھ خرچ کرے۔ حتیٰ کہ صدقہ و خیرات بھی اسی دائرے میں رہ کر کرے تاکہ خاوند کو بھی اس پر اعتراض نہ ہو اور اگر کہیں صدقہ و خیرات زیادہ کرنے کی ضرورت محسوس کرے تو خاوند سے مشورہ کرے اور اس کی اجازت کے بغیر اس طرح طاقت سے زیادہ صدقہ و خیرات نہ کرے جس سے گھر یلو بجٹ متاثر ہو یا خاوند کے لیے مشکلات کا باعث ہو۔

(7) بچوں پر نہایت مہربان، خاوند کے مفادات کا خیال رکھنے والی

ایک حدیث میں بہترین اور صالح ترین عورت کی یہ دو صفات بیان ہوئی ہیں:

”أَحَنَّاهُ عَلَىٰ وَلَدِفِي صِغْرٍ وَأَزْعَاهُ عَلَىٰ رَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ“ [2]

”اپنے بچوں پر جب کہ وہ کم عمر ہوتے ہیں، بڑی مہربان اور شفیق اور اپنے خاوندوں کے معاملات میں ان کے مفادات کا بہت خیال رکھنے والی۔“

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ عورت کا دائرہ کارگھر کی چار دیواری ہے جس میں گھر یلو امور سر انجام دینے کے علاوہ، مزید دو ذمے دار بیویوں کا بوجھ بھی اس نے اٹھانا ہے۔ ایک بچوں کی حفاظت، جس میں جمل سے لے کر رضاعت تک اور اس کے بعد بھی بد و شعور تک کے مرحلے ہیں۔ دوسرے خاوند کی خدمت و

اطاعت۔ گویا عورت نے بہ یک وقت تین خدمات سر انجام دینی ہیں:

- (i) امور خانہ داری۔
- (ii) بچوں کی پرورش و نگرانی۔
- (iii) خاوند کی خدمت اور اس کی خواہشات کی تسلیمیں۔

یہ تینوں خدمات اتنی عظیم ہیں کہ اس کے شب و روز کے تمام مذاہات اس میں صرف ہو جاتے ہیں یوں وہ پورے طور پر مرد کی شریک زندگی بن کر مرد کو سکون مہیا کرتی ہے جس کی وجہ سے مرد گھر بیوی معاملات سے بے فکر ہو کر یکسوئی سے کسب معاش میں مصروف رہتا ہے۔

اسی لیے شریعت اسلامیہ نے عورت کو کسب معاش کے جھمیلوں میں ڈالنا پسند نہیں کیا ہے کیونکہ یہ دو ہری ذمے داری ہوتی کہ وہ گھر کا سارا انتظام بھی سنبھالے اور گھر کا نظام چلانے کے لیے سرمایا بھی مہیا کرے۔ یہ ظلم ہے اسلام نے عورت کو اس ظلم سے بچایا اور کسب معاش کا مکمل ذمے دار مرد کو قرار دیا ہے۔

(8) خاوند کی خدمت و اطاعت کی اہمیت و تاکید

خاوند کی خدمت و اطاعت کی اسلام میں کتنی اہمیت اور تاکید ہے، اس کا اندازہ ذیل کی چند احادیث سے لگایا جاسکتا ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو یقیناً عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کیا کرے۔“ [3]

دوسری حدیث میں فرمایا:

”عورت خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے۔“ [4]

(9) خاوند جب بھی بیوی کو بلائے، بلا تاخیر اس کی خواہش پوری کرے

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، عورت اپنے رب کا حق اس وقت تک ادا نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ اپنے خاوند کا حق ادا نہیں کرتی، اگر خاوند اس سے اپنی (ہم بستری

کی) خواہش کا اٹھار کرے جب کہ وہ اونٹ کے کجاوے پر بیٹھی ہو) (پارکا ب ہو، کہیں جانے کے لیے گاڑی وغیرہ میں بیٹھی ہو) تب بھی اسے اس کی خواہش پوری کرنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔“ [5]

(10) انکار کرنے والی عورت پر فرشتے لعنت کرتے ہیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُوا إِلَيْهِ إِلَيْ فِرَاشِهَا، فَتَابَى عَلَيْهِ إِلَّا

كَانَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ سَاخْطَأَ عَلَيْهَا، حَتَّى يَرْضَى عَنْهَا‘ [7]

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کوئی آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلاتا ہے اور وہ اس کے پاس آنے سے انکار کر دیتی ہے تو آسمان والا (رب) اس پر ناراض ہوتا ہے یہاں تک کہ خاوند اس سے راضی ہو جائے۔“

(11) معصیت میں خاوند کی اطاعت کی اجازت نہیں

البتہ خاوند اگر عورت کو ایسا کام کرنے پر مجبور کرے جس کی شرعاً اجازت نہیں ہے تو معصیت الہی والے کاموں میں خاوند کی اطاعت نہیں بلکہ انکار ضروری ہے۔

جیسے خاوند عورت کو حالت حیض میں جماع پر مجبور کرے تو عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ انکار کر دے اور اس کو یہ ناجائز خواہش پوری نہ کرنے دے۔

یا جیسے آج کل بہت سے لوگ اپنی بیویوں کو اپنے دوستوں کے سامنے بے پردہ آنے پر یا سرے سے بے پردہ ہونے پر مجبور کرتے ہیں۔ خاوند کے کہنے پر ایسا کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

لَا طَاعَةَ لِمُخْلوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالقِ [8]

”جس کام میں خالق کی معصیت ہو، وہاں کسی بھی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔“

بنابریں کسی بھی کام یا معااملے میں اللہ کی نافرمانی نہیں کرنی، نہ اپنی مرضی سے اور نہ خاوند یا کسی اور کے کہنے پر۔ اس قسم کے موقع پر یعنی دین پر ثابت قدی کی وجہ سے جو تکلیف یا آزمائش آئے، اس کو برداشت کیا جائے، یہ دنیا کی آزمائش آخرت کے اس عذاب کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی جو اللہ

کی نافرمانی کے نتیجے میں مل سکتا ہے۔ عورت مرد کی قوامیت (حاکیت) کو برداشت کرے۔
گھر کا نظام صحیح طریقے سے چلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مرد کو حاکم اور سربراہ بنایا ہے کیونکہ کسی ایک کی حاکیت اور سربراہی کے بغیر کوئی بھی نظام نہیں چل سکتا (اس کی وجہ گذشتہ صفت میں گزر چکی ہیں۔)
عورت اگر چاہتی ہے کہ وہ امن و سکون اور آرام و راحت کی زندگی گزارے تو اس کے لیے یہ ناگزیر ہے کہ وہ مرد کی فطری قوامیت کو تسلیم کرے۔

اس کا ایک تقاضا تو یہ ہے کہ مرد اپنے حاکمانہ اختیارات کو ظلم و جرکے لیے استعمال نہ کرے بلکہ جس طرح ایک سمجھدار حاکم وقت (خلیفہ، بادشاہ) اپنی رعایا کے ساتھ شفقت و نرمی اور عدل و انصاف کا معاملہ کرتا ہے، اسی طرح مرد بھی اپنی چھوٹی سی مملکت (گھر) میں نرمی، شفقت اور عدل و انصاف سے کام لے اور عورت کو ہر طرح کی سہولت بہم پہنچا کر اچھی حکمرانی کی مثال قائم کر کے اللہ کو خوش کرے۔

دوسرा تقاضا یہ ہے کہ عورت مرد کی حاکمانہ حیثیت کو تسلیم کرے اور خود قوام بننے کی سعی نہ کرے، اس سے باہم تعاوون کے بجائے تصادم اور نکارا و پیدا ہو گا جس سے گھر کا سکون بر باد ہو جائے گا۔ مرد کتنا بھی نرم ہو، صلح جو اور منجاح مردی قسم کا ہو لیکن عورت کی تفویق و برتری تسلیم کرنا اس کے لیے مشکل ہے۔ بنابریں ظاہری حالات کے اعتبار سے چاہے عورت مرد سے ممتاز ہو، مثلاً وہ اونچے خاندان کی ہو، اصحاب حیثیت گھرانوں سے اس کا تعلق ہو، یا حسن و جمال میں منفرد ہو اور مردان چیزوں میں اس سے فروتن ہو۔ تب بھی عورت کی سرتاسری اور برتری جتنا نہ کی روشن گھر کو بر باد کر سکتی ہے۔“

(12) کسی کے لیے بد دعا نہ کرے

عورت جنتی طور پر کمزور ہے اسی لیے اسے صنف نازک کہا جاتا ہے۔ اس فطری کمزوری کی وجہ سے عورت جلد ہی پریشان ہو جاتی ہے اور بد دعا دینے پر اتر آتی ہے۔ بچوں نے پریشان کیا تو ان کو بد دعا دینی شروع کر دی، خاوند کے رویے کی وجہ سے اس کو بد دعا دے دی، حتیٰ کہ بعض دفعہ اپنے آپ کے لیے بھی بد دعا کر دیتی ہے۔ یہ طرز عمل یکسر غلط ہے، عورت کو ہر موقعے پر صبر و تحمل، برداشت اور حوصلہ مندی سے کام لینا چاہیے اور زبان سے اپنے لیے یا بچوں کے لیے یا خاوند یا گھر کے کسی اور فرد کے لیے ایسے بد دعا کے الفاظ نہیں نکالنے چاہئیں کہ اگر وہ اللہ کے ہاں قبول ہو گئے تو عورت پچھتانا پر مجبور ہو جائے۔ اس لیے کہ اس

کی بد دعا کے نتیجے میں اگر اولاد یا خاوند یا خودا سے لفڑان پہنچے گا تو اس کا خمیازہ تو اس کو بھی بھگتنا پڑے گا، ظاہر بات ہے کہ یہ رویدا نشمندی کے خلاف ہے۔

اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تم اپنے آپ کے لیے بد دعا نہ کرو، اپنی اولاد کے لیے بد دعا نہ کرو، اپنے مالوں کے لیے بد دعا نہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری بد دعا ایسی گھٹری کو پالے جس میں اللہ تعالیٰ سے جو ماٹگا جائے اسے قول فرمایتا ہے، تو تمہاری بد دعا تمہارے لیے قبول ہو جائے۔“ [9]

(13) جنتی عورتوں کی صفات سے متصف

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جنتی عورتوں کی بہت سی صفات بیان فرمائی ہیں، جن میں بہت سی توالیٰ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے لیے بطور انعام خصوصی، وہ صفتیں ان کے اندر رو دیعت فرمائے گا جس کی تفصیل قرآن کریم اور احادیث صحیح میں موجود ہے۔ وہ صفتیں دنیا میں بہت کم دیکھنے میں آتی ہیں، بلکہ بعض تو ممکن بھی نہیں ہیں۔

تاہم بعض صفتیں ایسی ہیں کہ ہر عورت اپنے کو ان صفات سے آراستہ (متصف) کر سکتی ہیں اور وہ مثلاً ہیں، [فَيُرِثُ الظَّرْفَ لَمْ يَطْمِهِنْ إِنْسُ قَبَّلَهُمْ وَلَا جَانُ ۝ ۵۶] وغیرہ۔

(i) [فَيُرِثُ الظَّرْفَ] کا مطلب ہے اپنی نگاہوں کو پست رکھنے والی جس کا مطلب ہے کہ وہ اپنے خاوند کے علاوہ کسی اور کی طرف دیکھنے والی نہ ہو۔ ہر مومنہ عورت کو اپنے اندر یہ خوبی پیدا کرنی چاہیے۔ اس کا مرکز توجہ، اس کی رعنائیاں اور اس کا سب کچھ صرف اور صرف خاوند کے لیے ہو، کسی اور کی طرف اس کی توجہ مبذول نہ ہو۔

(ii) [لَمْ يَطْمِهِنْ إِنْسُ قَبَّلَهُمْ وَلَا جَانُ] (جن کو کسی انسان نے چھوانہ جن نے) یعنی جنتی عورتوں کی طرح وہ پاک دامن ہو۔ خاوند کے علاوہ کسی بھی غیر محروم نے اسے چھوانہ ہو۔

(iii) ایک صفت جنتی عورتوں کی یہ بیان کی گئی ہے کہ [مَقْصُورَةٌ فِي الْخِيَامِ لَوْهَ خَيْمَوْنَ مِنْ بَنْدِ (رہنے والی) ہوں گی۔ یعنی بن سنوار کر بازاروں میں، کلبیوں میں پھرنے والی، دوسرے کی باہوں میں جھونلنے والی نہ ہو، بلکہ گھر کی چار دیواری میں اپنے خاوند ہی کی بن کر رہنے والی ہو۔

(14) قرآن کریم میں بیان کردہ مومنہ عورتوں کی صفات

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی حسب ذیل صفات بیان فرمائی ہیں:

”بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمان بردار مرد اور فرمان بردار عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، صابر مرد اور صابر عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان سب کے لیے اللہ نے مغفرت اور بہت بڑا جریتیار کر رکھا ہے“ (الأحزاب)

مذکورہ صفات جس طرح ایک مومن مرد کے لیے ضروری ہیں، اسی طرح مومنہ عورتوں کو بھی ان صفات کا حامل ہونا چاہیے۔ اگر مرد کے اندر یہ صفات ہوں لیکن عورت ان سے محروم ہو تو مرد کی ذمے داری ہے کہ وہ اپنی عورت کو بھی ان صفات کا حامل بنائے۔ اسی طرح اگر عورت ان صفات سے متصف ہو لیکن مردان سے محروم ہو تو عورت کو شش کرے کہ اس کے خاوند کے اندر بھی یہ مومنانہ صفات پیدا ہوں تاکہ دونوں ایک ساتھ جنت میں جائیں۔

(15) خاوند کو تسلی دینے والی

نیک عورت کی ایک صفت یہ ہے کہ خاوند کو زندگی میں کوئی ایسا مرحلہ پیش آجائے جس سے وہ گھبرا جائے اور اندیشہ ہائے دور دراز میں بیٹلا ہو جائے تو عورت اس کو تسلی دے، اس کی ڈھارس بندھائے اور اس کی خوبیوں کا ذکر کر کے اس کو اللہ سے اچھی امیدیں وابستہ کرنے کی تلقین کرے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر غار حرام میں جب غیر متوقع طور پر پہلی وجہ نازل ہوئی تو آپ بہت گھبرائے اور آپ اسی خوف کے عالم میں گھر تشریف لائے، آپ کے جسم پر ایک کپکی سی کیفیت طاری تھی اور آپ نے اپنی الہمیہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا: زَلْؤْنِيْ، زَلْؤْنِيْ، ”محجھے کمل اڑھادو، مجھے کمل اڑھادو“، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اندازہ لگایا کہ آپ کی ساتھ کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے جس سے آپ پر خوف اور دہشت کی کیفیت طاری ہو گئی ہے، اس موقعے پر ایک سمجھدار خاتون کی طرح انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی خوبیوں کا تذکرہ کر کے فرمایا کہ آپ کے اندر تو یہ یہ خوبیاں ہیں، اللہ تعالیٰ

آپ کے ساتھ اچھا ہی معاملہ فرمائے گا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ”ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی حزن و غم میں بٹانا نہیں کرے گا، آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، تھکے ہاروں کا بوجہ اٹھاتے ہیں، تھی دستوں کو کما کر کھلاتے ہیں، مہمان کی میزبانی کرتے ہیں اور حق (کی راہ میں آنے والے) مصائب پر مدد کرتے ہیں۔“ [10]

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یہی خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی وفات کے بعد بھی، جب کہ آپ کے حوالہ عقد میں متعدد ازواج مطہرات تھیں، ان کو یاد کرتے اور ان کا تذکرہ فرماتے رہتے تھتی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی بعض دفعہ ان کی تعریف سن کر رشک کا شکار ہو جاتیں حالانکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی سب سے زیادہ چیختی بیوی تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سیرت و کردار میں یہ سبق پہنچا ہے کہ خاوند کے ساتھ عورت کا رویہ اس طرح اخلاص و ہمدردی پر بنی ہونا چاہیے کہ عورت اگر خاوند کی زندگی میں فوت ہو جائے تو مرد کے دل میں اس کی یادوں کا چراغ عمر بھر فروزان رہے اور اس کو کبھی فراموش نہ کر سکے۔

(16) صبر و ضبط کا نمونہ

اسی طرح عورت کو صبر و ضبط کا بھی ایسا نمونہ ہونا چاہیے جس سے مرد کو کبھی حوصلہ ملے اور پہنچنے والا صدمہ برداشت کرنا آسان ہو جائے۔ غم و حزن کے موقعے پر عورت بے صبری اور عدم برداشت کا مظاہرہ کرے گی تو یہ ایک تو شریعت کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ دوسرے مرد کو بھی غلط راست پر ڈالنے کی مجرم ہو گی۔ اس کے برعکس صبر و ضبط کا مظاہرہ کرنے پر اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کے نزول کی خوشخبری ہے۔

”اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے۔ وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ان کے رب کی طرف سے بخشش اور رحمت ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔“ [ابقرۃ ۱۵۷-۱۵۵]

صبر و ضبط کا ایک مثالی نمونہ

اس کا بہترین نمونہ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا نے پیش کیا جس میں قیامت تک آنے والی مسلمان عوتوں کے لیے بہترین سبق ہے۔ وہ ہے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی الہیہ محرتماً سُلَیْمَ رضی اللہ عنہا۔ ان کا واقعہ صحیح بخاری و

صحیح مسلم میں آتا ہے جسے امام نوی رحمہ اللہ نے ریاض الصالحین میں نقل کیا ہے۔ ہم اسے ریاض الصالحین ہی کے حوالے سے یہاں درج کرتے ہیں واقعہ تفصیلی ہے، اس لیے اس کا اردو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

”حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا پیار تھا، ابو طلحہ (جب کام کا ج کے لیے) باہر چلے گئے تو بیٹا فوت ہو گیا۔ جب واپس آئے تو پوچھا: میرے بیٹے کا کیا حال ہے؟ (ان کی الہیہ اور بچے کی ماں) ام سلیم نے کہا: وہ پہلے سے کہیں زیادہ سکون میں ہے پس بیوی نے ان کے سامنے رات کا کھانا رکھا جو انھوں نے تناول فرمایا پھر بیوی سے ہم بستری کی۔ جب ابو طلحہ فارغ ہو گئے تو (بیوی نے بتایا کہ بچہ تو فوت ہو گیا ہے)۔ اب اسے دفا دو! جب انھوں نے صحیح کی تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سارا ماجرا بیان کیا آپ نے پوچھا: کیا رات کو تم نے ہم بستری کی تھی؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں۔ آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! ان دونوں کے لیے برکت عطا فرماء۔ (چنانچہ اس دعا کے نتیجے میں، مدت مقررہ کے بعد) ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ (حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) مجھ سے ابو طلحہ نے کہا: ابو طلحہ حضرت انس کی والدہ ام سلیم کے دوسرا خاوند تھے، یعنی حضرت انس کے سوتیلے باپ تھے۔ ام سلیم کے پہلے خاوند حضرت انس کے والد، مالک بن نصر تھے جو اسلام لانے کے بجائے شام چلے گئے تھے اور وہیں فوت ہو گئے۔ حضرت انس کی والدہ نے اس کے بعد ابو طلحہ سے نکاح کر لیا۔ اس بچے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ اور کچھ کھجوریں بھی ساتھ دے دیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا اس کے ساتھ کوئی چیز ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، کچھ کھجوریں ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کھجوریں لے لیں اور ان کو منہ میں چبایا، پھر وہ اپنے منہ سے نکال کر بچے کے منہ میں ڈال دیں، اور اس کو (یوں) گھٹی دی اور اس کا نام عبد اللہ رکھا۔ [11]

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ابو طلحہ کا ایک بیٹا، جو ام سلیم کے بطن سے تھا، فوت ہو گیا تو ام سلیم نے اپنے گھروالوں سے کہا: تم ابو طلحہ کو ان کے بیٹے کی بابت مت بتلانا میں خود ہی ان کو بتلاوں گی۔ چنانچہ ابو طلحہ آئے، ام سلیم نے رات کا کھانا ان کے سامنے رکھا، انھوں نے کھایا پیا، پھر پہلے سے کہیں زیادہ بن سفورد کران کے پاس آئیں، انھوں نے ان سے ہم بستری کی، جب ام سلیم نے دیکھا کہ وہ خوب سیر ہو گئے اور ہم بستری کر لی ہے تو کہا: اے ابو طلحہ! ذرا بتلو! اگر کچھ لوگ کسی گھروالوں کو کوئی چیز عاریتہ (عارضی طور پر) دیں، پھر وہ اپنی عاریت کے طور پر دی ہوئی چیز واپس مانگیں تو کیا ان کے لیے جائز ہے کہ وہ دینے سے

انکار کر دیں؟ ابو طلحہ نے جواب دیا: نہیں۔ پس ام سلیم نے کہا: تم اپنے بیٹے کے بارے میں اللہ سے ثواب کی امید رکھو! (یعنی تمھارا بیٹا بھی، جو اللہ ہی کا دیا ہوا تھا، اس نے اپنی امانت واپس لے لی ہے۔) یہ سن کر وہ غصب ناک ہوئے اور فرمایا: (جب میں گھر آیا تو کچھ بتلائے بغیر) تو نے مجھے یوں ہی چھوڑے رکھا حتیٰ کہ میں ہم بستری تک سے آلودہ ہو گیا اور اس کے بعد تو نے مجھے میرے بیٹے (کی وفات) کی خبر دی۔ (اس کے بعد) وہ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو کچھ ہوا دہ بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر دعا فرمائی: اللہ تعالیٰ تم دونوں کے لیے تمھاری اس رات میں برکت عطا فرمائے۔ چنانچہ ام سلیم کو حمل قرار پا گیا۔ (راویٰ حدیث حضرت انس نے بیان کیا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے، حضرت ام سلیم بھی (اپنے خاوند ابو طلحہ کے ہمراہ) آپ کے ساتھ تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب (سفر سے) مدینہ واپس تشریف لاتے تو رات کو تشریف نہ لاتے۔ جب یہ قافلہ مدینے کے قریب پہنچا تو ام سلیم کو درد زدہ (زچگی کے عین وقت جو درد ہوتا ہے) شروع ہو گیا چنانچہ ابو طلحہ ان کی خدمت کے لیے رک گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سفر جاری رکھا۔ حضرت انس نے بیان کیا کہ پھر وقتی طور پر درد زدہ رک گیا اور ابو طلحہ بھی مدینہ آگئے، وہاں آ کر ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، پس میری والدہ ام سلیم نے مجھے کہا: اس کو اس وقت تک کوئی دودھ نہ پلاۓ جب تک تم صح صح اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش نہیں کر دیتے۔ پس صح ہوتے ہی میں اسے اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ آگے باقی حدیث بیان کی (جو پہلے گزر بچکی ہے)۔ [13]

اس حدیث سے ہمیں معاشرتی زندگی کے لیے بہت سی ہدایات ملتی ہیں۔ مثلاً

- (i) ایک صابر و شاکر عورت کا کردار کہ بچپنوت ہو گیا لیکن کوئی جزع فزع، واویلا، بیان اور نوحہ و ماتم نہیں کیا۔ حتیٰ کہ خاوند جب گھر آتا ہے تو پہلے ایک خدمت گزار بیوی کی طرح خاوند کی تمام ضروریات کا اہتمام کرتی ہیں اور اس کے بعد خاوند کو ایک نہایت اچھوتے انداز سے بچ کی وفات کی اطلاع دیتی ہیں۔ جس سے یہ سبق ملتا ہے کہ خاوند کی خدمت اور اسے آرام و سکون پہنچانا ایک مسلمان عورت کا اولین فرض ہے۔
- (ii) گھر میں خاوند کے لیے سولہ سنگھار اور زیب وزینت کا اہتمام کرنا مستحسن ہے۔
- (iii) ولادت کے بعد بچے کو کسی نیک آدمی کے پاس لے جا کر اس سے تحسینیک کروانا (گھٹی دلوانا) چاہیے۔

- (۷) مصیبت میں جو اللہ کے فیصلے پر راضی رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے۔
- (۸) ایسا تعریض و کنایہ (توریہ) جائز ہے جس سے دوسرا شخص مغالطے میں پڑ جائے تاہم وہ جھوٹ نہ ہو۔ وغیرہ۔

(17) شکرگزار عورت

مسلمان عورت کی ایک اہم صفت شکرگزاری ہے، یعنی عسر و یسر، خوش حالی اور شنگ دتی ہر حالت میں اللہ کا بھی شکر ادا کرے اور اپنے خاوند کی بھی شکرگزار ہو۔

آج کل ہماری معاشرت و معاشرت میں جو تکلفات در آئے ہیں، اس نے ہر مرد و عورت کو احساس محرومی میں بنتا کر دیا ہے جس کی وجہ سے کلمات تشکر ہماری زبان پر آتے ہی نہیں ہیں، نہ اللہ کے لیے اور نہ خاوند اور والدین کے لیے، حالانکہ انسان پر سب سے پہلے احسانات اللہ تعالیٰ کے ہیں، پھر والدین کے اور خاوند کے اور درجہ بدرجہ ذیگر قرابت داروں کے۔ اللہ کے ساتھ ساتھ ان سب کامروں ان احسان رہنا نہایت ضروری ہے، ورنہ انسان ناشکری میں بنتا ہو جاتا ہے اور یہ ناشکری بہت بڑا جرم ہے اور عورتوں کی اکثریت اسی ناشکری کی وجہ سے جہنم کا ایندھن بننے لگی۔

مراجع و مصادر

- [1] سنن النسائي، حدیث: 3233 [2] صحيح البخاري، حدیث: 5365
- [3] جامع الترمذی، حدیث: 1159 [4] صحيح مسلم، حدیث: 1026
- [5] سنن ابن ماجہ، حدیث: 1853 [6] صحيح البخاري، حدیث: 5193، 5194
- [7] صحيح مسلم، حدیث: 1436 [8] جامع الترمذی، کتاب فضائل الجہاد، حدیث نمبر: 381
- [9] صحيح مسلم، حدیث: 3009 [10] صحيح البخاري، حدیث: 2
- [11] صحيح بخاری، کتاب العقیقہ، باب تسمیۃ المولود، حدیث نمبر: 5470، صحيح مسلم، کتاب الاداب
- [12] صحيح بخاری کتاب الجنائز، باب من لم يظہر حزنه عند مصیبته، حدیث نمبر 1301
- [13] ریاض الصالحین، باب الصبر، بحوالہ صحيح البخاری، حدیث: 1301، 5470، و صحيح مسلم، حدیث: 2144



ترتیب: مولانا احسان الحق اخونزادہ

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے فرمایا:

برکۃ العصر، قطب الاقطاب، شیخ الحدیث، حضرت مولانا محمد زکریا قدس اللہ سرہ العزیز کی ذات سے کون ناواقف ہوگا۔ ان کی مایہ نماز تصنیف ”فضائل اعمال“ دنیا کے چھے چھے میں پڑھی جاتی ہے، سنائی جاتی ہے اور اس کے مختلف زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ یہ مصنفوں کے اخلاص ہی کا نتیجہ ہے۔ موصوف کی اس کے علاوہ بہت سی کتب ہیں، خصوصاً ”اوجز المسالک“، ”بذل الجہود“، ”فضائل نبوی شرح شماںیل ترمذی“، ”غیرہ“، شروح حدیث میں نہایت اعلیٰ مقام رکھتی ہیں۔ اسی طرح ان کی تقریر بخاری جو مولانا محمد شاہد صاحب سہار پوری کی جمع کردہ ہے، بہت پر مغز شرح ہے۔ اساتذہ فرمایا کرتے ہیں کہ: ”تم کوئی شرح دیکھو یا نہ تقریر بخاری ضرور دیکھا کرو۔“ اور اکثر علماء اس تقریر بخاری کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ اسی تقریر بخاری میں ”كتاب العلم“ میں حضرت قدس سرہ نے کہیں درس کے دوران علم، طلب علم اور طلبہ کے متعلق (اپنے یامنقول) فوائد بیان کیے، کہیں نصائح کیے، تو رقم نے حسب استطاعت کوشش کی کہ انہیں یک جا کر دیا جائے، تاکہ اس سے دورہ حدیث کے طلبہ کے علاوہ دوسرے طلبہ بھی مستفید ہو سکیں۔ حضرت شیخ الحدیث قدس اللہ سرہ نے فرمایا:

☆۔۔۔ ”معلم کو چاہیے کہ علمی بات کو نہایت ڈٹ کر اور زور و شور سے کہے۔“ (۱)

☆۔۔۔ ”استاذ کو چاہیے کہ وہ شاگردوں کا امتحان لیتا رہے اور ان سے پوچھتا رہے۔“ (۲)

☆--- ”استاذ اگر تشویذ اذہان کے طور پر کوئی مسئلہ طلبہ کے سامنے پیش کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، اس میں کوئی مضاائقہ نہیں۔“ (۳)

☆--- ”اگر کوئی مسئلہ مفتی سے دریافت کرنا ہو تو توڑ موڑ کر غلط کر کے پوچھے، یہ البتہ ناجائز ہے۔“ (۴)

☆--- ”آپ اپنے اصحاب سے مل کر بیٹھتے تھے، کوئی امتیاز نہیں فرماتے تھے، یہی ہمارے مشائخ کا طریقہ تھا، اس زمانہ کی طرح نہیں کہ ممتاز جگہ پر بیٹھیں۔“ (۵)

☆--- ”اگر استاذ کی مجلس میں جمع زیادہ ہو تو جہاں جگہ ملے، وہیں بیٹھ جائے اور اگر قریب بیٹھنے کی خواہش ہو تو پہلے سے آیا کرے۔ اور اگر پہلے ہی بیٹھنے والے اس طرح بیٹھنے ہوں کہ اگلی صاف میں یا پیچ میں جگہ خالی ہو تو پھانڈ کر آگے جاسکتا ہے، اگرچہ تنخنی رقب سے منع کیا گیا ہے، مگر یہ اس لیے جائز ہے کہ پہلے سے بیٹھنے والوں ہی نے خود بے تمیزی کی کہ آگے جگہ چھوڑ دی۔ اور بھائی یہی حال صوف کا ہے کہ اگر لوگ اگلی صاف میں جگہ چھوڑ کر بیٹھیں تو آنے والے کو جائز ہے کہ ان کو پھانڈ کر خالی جگہ میں جا کر بیٹھ جائے کہ انہوں نے خود کو ذلیل کیا، کیوں نہیں آگے جا کر بیٹھے۔“ (۶)

☆--- ”اگر کوئی شخص معانی حدیث کو نہ سمجھتا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ ان کو محفوظ کر لے اور پھر دوسروں کو سمجھادے، ممکن ہے کہ کوئی اس کے شاگردوں میں اس سے زیادہ سمجھدار ہو اور ان میں امام ابوحنینہ اور امام شافعی وغیرہماجیسے مجتہدین ہوں اور وہ ان احادیث کوں کر ان سے مسائل کا استنباط کریں۔“ (۷)

☆--- ”اگر کوئی طالب علم بڑا فہیم و ذکری ہو اور استاذ اس جیسا نہ ہو تو اس کو استاذ سے استنکاف فی طلب العلم نہ کرنا چاہیے کہ میں تو اتنا بڑا فہیم اور یہ ایسا؟ بھلا میں اس سے علم حاصل کروں؟“ (۸)

☆--- ”امام بخاریؓ کا مقولہ اوجز میں میں نے نقل کیا ہے کہ: أربع في أربع عن أربع على أربع اخ“ یہ سولہ (۱۶) چوکڑے ہیں اور انہیں میں سے ایک یہ ہے کہ: آدمی اس وقت تک محدث نہیں ہو سکتا جب تک کہ علم اپنے بڑے اور ساتھی اور چھوٹے اور کتابوں سے حاصل نہ کرے۔“ (۹)

☆--- ”آدمی پہلے علم حاصل کرے، پھر عمل کا درجہ ہے، کیوں کہ زمانہ علم میں تعلم میں مشغولیت ہوتی ہے عمل نہیں کر سکتا، تو یہ عمل نہ کرنا اس وعید میں داخل نہیں۔“ (۱۰)

☆--- ”جیسے مال و راثت بغیر عمل کے حاصل ہوتا ہے، اسی طرح علم بھی بغیر عمل کے حاصل

ہو سکتا ہے۔“ (۱۱)

☆--- ”علم کو اس وجہ سے نہ چھوڑ جائے کہ عمل نہیں ہوگا، بلکہ اگر علم کے بعد خشیت کسی وقت حاصل ہو جائے تو یہ بھی فائدہ دے گی۔“ (۱۲)

☆--- ”علم، تعلیم سے حاصل ہوگا، مطالعہ سے حاصل نہیں ہوگا۔ یہ بالکل دھوکہ ہے کہ صرف کتب و شروح کو دیکھ کر بغیر استاذ سے پڑھے علم حاصل ہو سکتا ہے۔“ (۱۳)

☆--- ”علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ جو باقاعدہ تعلیم یافتہ نہ ہو تو وہ صرف کتابیں دیکھ کر فتویٰ نہ دے۔“ (۱۴)

☆--- ”علم تو ضرور حاصل کرنا چاہیے، مگر ایسا طریقہ اختیار کرے کہ ”مفہومِ رالی الملاں“ اور موجب نفرت نہ ہو، چنانچہ نبی کریم ﷺ کے یہاں ہر چیز کے اوقات مقرر تھے، اس لیے کہ ہر وقت ایک ہی کام کرنے سے دل اکتا جاتا ہے۔“ (۱۵)

☆--- ”اگر کوئی شخص وعظ و تبلیغ کے لیے کوئی خاص دن مقرر کر لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، جائز ہے اور اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا، کیوں کہ بدعت میں تعین کے ساتھ ساتھ اس تعین میں ہی ثواب سمجھا جاتا ہے اور یہ کہ اس دن نہ ہو تو پھر کوئی ثواب نہیں ملے گا، ایسے ہی چہلم وغیرہ بدعت ہے، کیوں کہ عوام کا لانعام اس تعین سے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اس دن یا اس وقت میں کوئی خاص ثواب ہے۔ اسی وجہ سے وہ ان اوقات کو تبدیل نہیں کرتے۔ قاعدة طبعی یہ ہے کہ ایک چیز سے طبیعت اکتا جاتی ہے، اسی لیے مشائخ درس میں مختلف کتابیں ایک ایک دن میں رکھتے ہیں، تاکہ تنفس نہ پیدا ہو، البتہ میرا تو جی رمضان میں قرآن سے نہیں اکتا تا، یہ میرے نزدیک مستثنی ہے۔“ (۱۶)

☆--- ”علم“ عطا فرمان تو اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے، تم اپنی کوشش جاری رکھو اور اس کے حاصل کرنے کے لیے دعا کرتے رہو۔ خود حضور ﷺ کا اپنے بارے میں ارشاد ہے: ”إِنَّمَا أَنَا قَاسِم“ کہ: میں تصرف تقسیم کا حق دار ہوں، ورنہ اصل عطا فرمانے والا تو خدا ہے، الہذا محض اپنی محنت پر اعتماد نہ کرے، بہت سے محنتی کچھ نہ کر سکے اور بہت سے محنت نہ کرنے والوں کو بہت کچھ مل گیا۔“ (۱۷)

☆--- ”اگرچہ عطا فرمانے والے صرف اللہ تعالیٰ ہیں اور کوئی نہیں، لیکن صرف اس پر اعتماد کر کے نہ بیٹھو، بلکہ اپنی کوشش اور فہم سے کام لینا بھی ضروری ہے۔“ (۱۸)

☆--- ”طالب علم کو مطالعہ کرنا چاہیے اور وقتِ مطالعہ بڑھانی چاہیے۔“ (۱۹)

☆--- ”مطالعہ کا طریقہ یہ ہے کہ ہر علم کی مناسبت کو دیکھئے اور غور کرے اور مطالعہ کرتے وقت

اوپر نیچے سب طرف نظر کھے۔“ (۲۰)

☆--- ”علم میں رشک کرنا چاہیے اپنے سے اوپرے والوں پر تو گویا قابلِ رشک علم و حکمت ہے، نہ

کہ دنیا کی چیزیں۔ یہ نہیں کہ فلاں کا کرتے اچھا ہے اور میرا نہیں، بلکہ علم و حکمت قابلِ غبطہ و رشک ہیں۔

(۲۱)

☆--- ”بڑے اور سردار بننے سے پہلے فقاہت حاصل کرو، اس لیے کہ بڑے ہونے کے بعد علم

جلدی نہیں حاصل ہو سکتا اور عوائق و موانع علم حاصل کرنے سے روک دیں گے۔“ (۲۲)

☆--- ”پیاروا! ہمارے مشائخ اور بزرگوں کا یہی رویہ رہا ہے کہ وہ جمع نہیں فرماتے تھے بلکہ جو آیا،

خرچ کر دیا۔ بڑے حضرت رائے پوری یعنی حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ اور حضرت مولانا شاہ عبد القادر

صاحبؒ کا طریقہ یہ رہا کہ جو آتا بس اس کو دے ڈالتے تھے، پھر کہیں سے کچھ آ جاتا، فرماتے: یہ دوسرا آگیا،

اس کو بھی خرچ کر دیتے۔ میرے والد صاحبؒ مقروض بہت تھے، اگر کہیں سے روپے آ جاتے تو اس کو قرض

خواہوں کو دے دیتے اور اگر پیسے وغیرہ ہوتے تو وہ بچوں کو دے دیتے اور فرمایا کرتے تھے: جی نہیں

چاہتا کہ اس مصیبت کو لے کر سوؤں اور میرے پچا جان نور اللہ مرقدہ نے ایک بار فرمایا کہ: بکریوں کی

تجارت کروں گا، سنت ہے، چنانچہ بکریاں خرید کر مضاربت پر دے دیں، کچھ دنوں بعد جب میں دی

گیا تو فرمایا کہ: بکریاں تو مرن گئیں۔ ان لوگوں کے ہاتھ میں روپیہ رکتا ہی نہ تھا، یہ قدرت کی طرف سے تھا۔

(۲۳)

☆--- ”علم حاصل کرنے میں جو مشقت اور تکالیف آئیں، ان کو برداشت کرنا چاہیے، جیسا کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے تعلیم حاصل کرنے کے لیے جانے میں مشقت اور

تکالیف برداشت کیں کہ سمندر کے اندر تک تشریف لے گئے۔“ (۲۴)

☆--- ”سردار بننے کے بعد بھی بے فکر ہونہ بیٹھنا چاہیے، بلکہ تعلیم حاصل کرے۔ حضرت

موسیٰ علیہ السلام نبوت (سرداری) کے مل جانے کے باوجود کلیم اللہ اور نبی مرسل اور دیگر خصوصیات کے

باوجود حضرت خضر علیہ السلام سے علم حاصل کرنے تشریف لے گئے، جن کی نبوت میں بھی اختلاف ہے۔

(۲۵)“

☆---”جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال ہوا کہ آپ اپنے سے زیادہ کسی کو عالم جانتے ہیں؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ: نہیں، وہ اس کی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی تھے اور ظاہر ہے کہ نبی کا علم اوروں سے زیادہ ہوا کرتا ہے، مگر چوں کہ انانیت اللہ کو پسند نہیں، بلکہ تواضع پسند ہے، اس لیے عتاب ہوا۔“ (۲۶)

☆---”انانیت اللہ کو پسند نہیں تو اس پسند نہ ہونے کی وجہ بھی سمجھ میں آتی ہے، وہ یہ کہ: ”الکبر یاءِ ردائی“ کے مطابق کبریٰ اللہ کی ذات میں ہے، وہاں پستی نہیں ہے، وہاں عظمت ہی عظمت ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جہاں جو چیز نہیں ملتی، وہاں اس کی قدر ہوتی ہے، اسی لیے تواضع کی وہاں بڑی قدر ہے اور چوں کہ وہاں علویٰ علو، عظمت ہی عظمت ہے، اس لیے اس کی کوئی قدر نہیں۔ خوب سن لو پیارو! جو اللہ کے لیے اپنے آپ کو ذلیل سمجھے، اس کو اللہ اور بلند فرمادیتے ہیں، ”من تواضع لله رفعه الله“ کا مطلب یہی ہے۔“ (۲۷)

☆---”محض ذہانت پر اعتماد نہ کرے اور محنت پر بھروسہ نہ رکھے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے۔“ (۲۸)

☆---”مشائخ کی خدمت کرنا چاہیے اور اگر اولیا اور بزرگوں سے دعا لینا چاہتے ہو تو ان کی خوب خدمت کرو۔ اور یہ اصولِ موضوع میں سے ہے کہ استاذ کی خدمت، اس کا احترام وغیرہ علم میں برکت کا سبب ہوتا ہے اور نافرمانی وغیرہ علم میں کمی کا باعث ہے اور والدین کا احترام وسعتِ رزق کا باعث ہے اور عدم احترام موجبِ تنگی رزق ہے۔“ (۲۹)

☆---”طلب علم کے لیے سفر کرنا مندوب ہے۔“ (۳۰)

☆---”تعلیم کی فضیلت مسلم اور علم کے فضائل تسلیم مگر بقاء علم، تعلیم سے ہوتا ہے۔“ (۳۱)

☆---”بقاء علم اس وقت ہوگا جبکہ اس کے موالع کو رفع کر دیا جائے۔ اور ظہورِ جہل اور رفع علم سے بچا جائے۔“ (۳۲)

☆---”تعلیم نہایت ضروری ہے، ورنہ علم اٹھ جائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی۔“ (۳۳)

☆---”علم تدریس سے باقی رہتا ہے اور اضاعتِ علم میں اضاعتِ نفس ہے۔“ (۳۴)

☆---”ابل علم کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو زخمید نہ سمجھیں اور تنخواہوں پر نہ مریں کہ اگر تنخواہ نہ ہو تو

تعلیم ہی چھوڑ دیں، بلکہ تعلیم و تدریس اللہ کے لیے ہوا و تحوہ یہ سمجھ کر لے کہ اور کوئی ذریعہ نہیں ہے، کفاف کے لیے لیتا ہوں، اگر تم دنیا کو ٹھوکر مارو گے تو یہ دنیا خود تمہارے قدموں میں آ کر رہے گی۔“ (۳۵)

☆--- ”اپنے علم پر عمل کرے، کیوں کہ دس بارہ سال میں حاصل ہونے والے علم کو ضائع کر دینا خود اپنے آپ کو ضائع کر دینا ہے۔“ (۳۶)

☆--- ”اگر کوئی ایسا ہو کہ اس کو کسی خاص علم کی ضرورت نہ پڑتی ہو تو وہ اس سے اعراض نہ کرے، بلکہ اس کو حاصل کر کے دوسروں کو سکھا دے، مثلاً: مُقْعَدٌ ہے کہ اس کو جہاد کرنے کی تو طاقت نہیں اور یہ سمجھ کر کہ مجھ کو جہاد تو کرنا نہیں، پھر کیا ضرورت جہاد کا علم سکھے کی؟ ایسا نہ کرے، بلکہ سکھے اور دوسروں کو سکھلائے۔ اسی طرح عتقاں کا مسئلہ ہندوستان میں کہ یہاں تو اس کی ضرورت نہیں، کیوں کہ ترقیق قانوناً بند ہے، مگر یہ سوچ کر کہ یہاں کیا ضرورت ہے؟ ایسا نہ کرے، بلکہ سکھے اور دوسروں کو سکھا دے اور ممکن ہے کہ آئندہ کام آجائے۔“ (۳۷)

☆--- ”اگر کوئی ذی علم راستے میں چلا جا رہا ہو یا سوار ہو تو لوگوں کو اس سے مسئلہ پوچھنا جائز ہے۔“ (۳۸)

☆--- ”کوئی اس حال میں مسئلہ پوچھئے کہ وہ سوار ہو کر کہیں جا رہا ہو تو مسئلہ بتلا دینا چاہیے۔“ (۳۹)

☆--- ”قاضی اگر راستے چلتے ہوئے فیصلہ کر دے تو وہ معترض نہیں ہو گا، بلکہ اس کو دار القضاۓ میں فیصلہ کرنا ضروری ہے، بخلاف فتویٰ کے کو وہ جائز ہے۔“ (۴۰)

☆--- ”امام بخاری تجویز اذھان بھی کرتے ہیں، وہ تمہیں حدث بنانا چاہتے ہیں اور تمہارے اندر قوتِ مطالعہ بیدار کرنا چاہتے ہیں۔“ (۴۱)

☆--- ”ہاتھ اور سر کے اشارے سے نفیاً و اثباتاً فتویٰ دینا تو جائز ہے، مگر قضا میں جائز نہیں۔“ (۴۲)

☆--- ”اگر کوئی پورا عالم نہ ہو اور وہ تبلیغ کرے تو جائز ہے، کیوں کہ حضور ﷺ نے جن لوگوں کو یہ فرمایا ہے: ”وَأَخْبُرُوهُنَّ مِنْ وِرَاءِكُمْ“ وہ لوگ تمام دینی باتوں سے واقف نہ تھے اور ان کو صرف چار باتوں کا حکم اور چار باتوں سے منع فرمایا کہ تبلیغ کا حکم فرمادیا۔“ (۴۳)

☆--- ”اگر کوئی مسئلہ وقتی طور پر پیش آجائے اور وہاں کوئی بتلانے والا نہ ہو تو اس کے واسطے سفر کرنا

- واجب ہے، یہ سوچے کہ ایک ہی مسئلہ تو ہے، اس کے لیے سفر کرنے کی ضرورت؟۔” (۲۴)
- ☆ ”اگر کوئی مشغول ہو تو اس کو علم روزانہ سیکھنا ضروری نہیں، بلکہ تناوب کر سکتا ہے۔“ (۲۵)
- ☆ ”اگر استاذ طلبہ سے کوئی ناگوار بات دیکھتے تو ان کو تنبیہ کر دے، ڈانٹ دے۔“ (۲۶)
- ☆ ”قضا اور فتویٰ کے درمیان فرق ہے کہ اگر فتویٰ اور درس حالت غصب میں ہو تو جائز ہے، لیکن قضا حالت غصب میں ہو تو جائز نہیں۔“ (۲۷)
- ☆ ”رکبین پر بیٹھنا یہ طالب علم کی بیت ہے کہ محدث کے سامنے اس طرح بیٹھنا چاہیے۔“ (۲۸)
- ☆ ”انہہ و مشائخ و اساتذہ کے سامنے دوز انو ہو کر بیٹھنا چاہیے، یہی اولیٰ و بہتر ہے۔“ (۲۹)
- ☆ ”اعادہ وہاں ہوتا تھا، جہاں افہام کی ضرورت ہو۔“ (۵۰)
- ☆ ”آج کل یہ مدارس بن گئے اور پھر ان میں سہولتیں کھانے پینے وغیرہ کا اہتمام ہو گیا، یہی وجہ ہے کہ یہ طالب علم قدر نہیں کرتے، اگر یہ سہولتیں میرمنہ ہوتیں، بلکہ اس میں مشقت اٹھانی پڑتی تو قدر کرتے، لیکن اب تو یہ حال ہے کہ اگر پڑھانے میں بیس (۲۰) ملنے ہیں اور کھیتی میں سو (۱۰۰) تو کھیتی کو ترجیح دیتے ہیں اور یہ سب اس وجہ سے ہے کہ بغیر مشقت کے حاصل ہو گیا اور اگر مشقت سے حاصل کرتے تو ہر گز یہ نہ ہوتا۔“ (۵۱)
- ☆ ”(امام اور امیر) کو چاہیے کہ مدارس کا انتظام کریں اور ان کی تعلیم کا بندوبست کریں۔“ (۵۲)

- ☆ ”امام اور امیر بلده کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ عورتوں کی تعلیم و تربیت کا معقول انتظام کریں، کیوں کہ ہر شخص کا فریضہ ہے کہ وہ اپنی رعایا یعنی اہل و عیال کو تعلیم دے۔“ (۵۳)
- ☆ ”عورتیں ریقق القلب ہوتی ہیں، ذرا سی بات ان پر اثر کر جاتی ہے۔“ (۵۴)
- ☆ ”علوم میں علم حدیث سب سے افضل و اعلیٰ ہے اور بہت ہی مہتمم بالشان ہے۔“ (۵۵)
- ☆ ”جب منع و جواز میں تعارض ہوا کرتا ہے تو منع کو ترجیح ہوا کرتی ہے۔“ (۵۶)
- ☆ ”محمد شین کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کتاب میں غلطی خود اس لکھنے والے کی طرف سے ہو تو اس میں اصلاح کرنا جائز نہیں، لیکن محقق طور پر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ غلط ہے تو کیا کرے؟ اس میں دو قول ہیں: ایک

جماعت کی رائے یہ ہے کہ جب غلطی پر پہنچ تو یوں پڑھیے: ”الصحابی بنکذا، وفی الكتاب بنکذا“ تاکہ ابتداءً غلط پڑھ کر ”من کذب علی متعتمداً فلیتبوا مقتعداً من النار“ میں داخل نہ ہو۔ اور دوسرا جماعت کی رائے یہ ہے کہ پڑھتا چلا جائے اور جب غلط پڑھ چکے تو اس کے بعد فوراً ”والصحابی بنکذا“ پڑھیے۔ (۵۷)

☆--- ”حضرت ابو بکر“ و عمر حضور اقدس ﷺ کے وزیر اور مشیر تھے خاصہ اور دیگر امور میں دخیل تھے عامۃ۔“ (۵۸)

☆--- ”تمام دھندوں کو چھوڑ کر علم میں لگ جانے سے ہی علم آتا ہے، جیسے حضرت ابو ہریرہؓ حضور اکرم ﷺ پر تمام چیزیں قربان کر کے ہمہ تن لگ گئے تھے۔“ (۵۹)

☆--- ”متعلم کو چاہیے کہ استاذ کے سامنے ادب سے خاموش رہے۔“ (۶۰)

☆--- ”جب استاذ کچھ بیان کرے تو پوری توجہ کے ساتھ اس کی باتوں کو سنے، تاکہ کوئی بات سننے سے باقی نہ رہے۔“ (۶۱)

☆--- ”اگر کوئی عالم بات کہہ رہا ہو تو لوگوں کو اس کے سننے کے لیے خاموش کیا جا سکتا ہے، اس سے اجلال العلماء معلوم ہوا۔“ (۶۲)

☆--- ”جب کسی سے پوچھا جائے کہ کون علم ہے؟ تو ”الله أعلم“، یا ”فوق كل ذي علم عليم“، کہہ دے، یہ نہ کہے کہ لوگوں کی نظر مجھ پر ہی پڑتی ہے، جیسے گیدڑی سے اس کے بچے نے پوچھا کہ: اماں پری کسے کہیں؟ تو اس نے کہا: چپ چپ! لوگوں کی نگاہ مجھ پر ہی ہے۔“ (۶۳)

☆--- ”اپنے آپ کو بڑا علامہ نہ سمجھے، جبکہ اللہ نے اتنے بڑے نبی کے متعلق یہ پسند نہیں فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو اعلم کہیں، تو اوروں کا کیا منہ ہے۔“ (۶۴)

☆--- ”رمی جمار کے وقت سوال کرنا اور فتویٰ پوچھنا جائز ہے۔“ (۶۵)

☆--- ”علم کا مرتبہ ذکر اللہ سے مقدم ہے، لہذا اگر کوئی رمی جمار وغیرہ کے وقت مسئلہ پوچھتے تو ذکر قطع کر کے جواب دے دے، بعض جاہل صوفیہ کی طرح نہیں کہ سورج تو طلوع ہونے والا ہے اور وہ اپنے اوراد میں مشغول ہیں، اب اگر ان سے کوئی وقت پوچھتا ہے تو زبان سے تو بتلاتے نہیں، انگلی سے اشارہ کرتے ہیں، فرمایا: حالاں کہ وظیفہ وغیرہ کے دوران مسئلہ بتانے سے وظیفہ پر کوئی اشہنہیں پڑتا۔“ (۶۶)

☆--- ”جب کوئی طالب علم لاائق ہوتا ہے تو وہاں اولاد وغیرہ کو نہیں دیکھا جاتا۔“ (۶۷)

☆--- ”اگر استاذ کسی ذہین و فطیں شاگرد کو کوئی خاص وقت دے دے یا کسی خاص جماعت کو کوئی خاص وقت عنایت فرمادے کہ وہ اس وقت استفادہ کرایا کریں تو یہ جائز ہے اور یہ تخصیص علم اور کتمان علم میں داخل نہیں اور دوسروں کو اس پر اعتراض کا کوئی حق نہیں، جیسے امام ابوحنیفہؓ کی دو مجلسیں ہو کرتی تھیں: ایک عمومی، اس میں ہر کوئی بیٹھ سکتا تھا۔ دوسری خصوصی، اس میں وہ لوگ شریک ہو سکتے تھے جو حافظ ہوں۔“ (۲۸)

☆--- ”حیا ہر جگہ محمود ہے، مگر علم میں اس کو مانع نہ ہونا چاہیے۔“ (۲۹)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صحیح معنوں میں طالب علم اور علم پر عمل کرنے والا بنائے، آمین۔

حوالہ جات

- ۱: تقریر بخاری، کتاب العلم، باب من سئل علام، ج: ۱، ص: ۶، مکتبۃ الشیخ، بہادر آباد، کراچی
- ۲: ایضاً، باب طرح الامام المسئلة، ج: ۱، ص: ۸
- ۳: ایضاً، باب طرح الامام المسئلة، ج: ۱، ص: ۸
- ۴: ایضاً، باب القراءة والعرض على الحديث، ج: ۱، ص: ۹
- ۵: ایضاً، باب قول النبي ﷺ: رب مبلغ، ج: ۱، ص: ۹
- ۶: ایضاً، باب من قعد حیث ینتی بـ المجلس، ص: ۱۲
- ۷: ایضاً، باب قول النبي ﷺ: رب مبلغ، ج: ۱، ص: ۱۲
- ۸: ایضاً، باب قول النبي ﷺ: رب مبلغ، ج: ۱، ص: ۱۴
- ۹: ایضاً، باب قبل القبول والعمل، ج: ۱، ص: ۱۴
- ۱۰: ایضاً، باب العلم قبل القبول والعمل، ج: ۱، ص: ۱۵
- ۱۱: ایضاً، باب العلم قبل القبول والعمل، ج: ۱، ص: ۱۵
- ۱۲: ایضاً، باب العلم قبل القبول والعمل، ج: ۱، ص: ۱۵
- ۱۳: ایضاً، باب مکان النبي ﷺ یتخولهم، ج: ۱، ص: ۱۵
- ۱۴: ایضاً، باب قبل القبول والعمل، ج: ۱، ص: ۱۵
- ۱۵: ایضاً، باب من جعل لابل العلم، ج: ۱، ص: ۱۶
- ۱۶: ایضاً، باب الفہم فی العلم، ج: ۱، ص: ۱۶
- ۱۷: ایضاً، باب الفہم فی العلم، ج: ۱، ص: ۱۶
- ۱۸: ایضاً، باب الفہم فی العلم، ج: ۱، ص: ۱۶
- ۱۹: ایضاً، باب ما ذکر فی ذباب موسی، ج: ۱، ص: ۱۹
- ۲۰: ایضاً، باب الاغنیاط فی العلم والحكمة، ج: ۱، ص: ۱۷
- ۲۱: ایضاً، باب طلب العلم فی طلب الخروج، ج: ۱، ص: ۲۱
- ۲۲: ایضاً، ج: ۱، ص: ۱۷
- ۲۳: ایضاً، ج: ۱، ص: ۱۷-۱۸
- ۲۴: ایضاً، باب ما ذکر فی ذباب موسی، ج: ۱، ص: ۱۹
- ۲۵: ایضاً، باب قول النبي ﷺ، ج: ۱، ص: ۲۰
- ۲۶: ایضاً، ج: ۱، ص: ۲۰
- ۲۷: ایضاً، ج: ۱، ص: ۲۰
- ۲۸: ایضاً، باب قول النبي ﷺ، ج: ۱، ص: ۲۱
- ۲۹: ایضاً، باب قول النبي ﷺ، ج: ۱، ص: ۲۱
- ۳۰: ایضاً، باب الخروج فی طلب العلم، ج: ۱، ص: ۲۱

- ٣٢: أيضاً، باب رفع العلم وظهور الجبل، ج: ١، ص: ٢٣ ٢٣: أيضاً، باب رفع العلم وظهور الجبل، ج: ١، ص: ٢٣
- ٣٤: أيضاً، ج: ١، ص: ٢٣ ٢٣: أيضاً، ج: ١، ص: ٢٣
- ٣٥: أيضاً، ج: ١، ص: ٢٣ ٢٤: أيضاً، باب فضل العلم، ج: ١، ص: ٢٣
- ٣٦: أيضاً، ج: ١، ص: ٢٣ ٢٥: أيضاً، باب الفتيا ومواقف على الدابة وغيرها، ج: ١، ص: ٢٥
- ٣٧: أيضاً، باب الفتيا ومواقف على الدابة وغيرها، ج: ١، ص: ٢٥ ٢٦: أيضاً، باب من أشار الفتاوى بالاشارة الى اليد والرأس، ج: ١، ص: ٢٥
- ٣٨: أيضاً، باب الفتيا ومواقف على الدابة وغيرها، ج: ١، ص: ٢٥ ٢٧: أيضاً، باب تحرير النهى، ج: ١، ص: ٢٧
- ٣٩: أيضاً، باب الفتيا ومواقف على الدابة وغيرها، ج: ١، ص: ٢٥ ٢٨: أيضاً، باب الرحلة في المسئلة المازلة، ج: ١، ص: ٢٨
- ٤٠: أيضاً، باب الفتيا ومواقف على الدابة وغيرها، ج: ١، ص: ٢٥ ٢٩: أيضاً، باب التناوب في العلم، ج: ١، ص: ٢٩
- ٤١: أيضاً، ج: ١، ص: ٢٥ ٢٦: أيضاً، باب تحريم ما يكره، ج: ١، ص: ٢٦
- ٤٢: أيضاً، باب من أشار الفتاوى بالاشارة الى اليد والرأس، ج: ١، ص: ٢٦ ٢٧: أيضاً، باب الغضب في الموعظة والتعليم اذارى ما يكره، ج: ١، ص: ٢٧
- ٤٣: أيضاً، باب من أشار الفتاوى بالاشارة الى اليد والرأس، ج: ١، ص: ٢٧ ٢٨: أيضاً، باب الغضب في الموعظة والتعليم اذارى ما يكره، ج: ١، ص: ٢٨
- ٤٤: أيضاً، باب الرحلة في المسئلة المازلة، ج: ١، ص: ٢٨ ٢٩: أيضاً، باب كتبة العلم، ج: ١، ص: ٣٠
- ٤٥: أيضاً، باب التناوب في العلم، ج: ١، ص: ٢٨ ٣٠: أيضاً، ج: ١، ص: ٣٠
- ٤٦: أيضاً، باب حفظ العلم، ج: ١، ص: ٣٠ ٣١: أيضاً، باب من برک على ركتبة عدد الام او الحديث، ج: ١، ص: ٣٠
- ٤٧: أيضاً، باب حفظ العلم، ج: ١، ص: ٣٠ ٣٢: أيضاً، باب عظة الامام النساء وتعليمهن، ج: ١، ص: ٣٢
- ٤٨: أيضاً، ج: ١، ص: ٣٠ ٣٣: أيضاً، باب عظة الامام النساء وتعليمهن، ج: ١، ص: ٣٣
- ٤٩: أيضاً، باب عظة الامام النساء وتعليمهن، ج: ١، ص: ٣٣ ٣٤: أيضاً، باب حفظ العلم، ج: ١، ص: ٣٤
- ٥٠: أيضاً، باب من أعاد الحديث ثلاثاً ليهم، ج: ١، ص: ٣٢ ٣٥: أيضاً، ج: ١، ص: ٣٢
- ٥١: أيضاً، ج: ١، ص: ٣٢ ٣٦: أيضاً، باب عظة الامام النساء وتعليمهن، ج: ١، ص: ٣٦
- ٥٢: أيضاً، باب عظة الامام النساء وتعليمهن، ج: ١، ص: ٣٦ ٣٧: أيضاً، باب حفظ العلم، ج: ١، ص: ٣٧
- ٥٣: أيضاً، باب عظة الامام النساء وتعليمهن، ج: ١، ص: ٣٧ ٣٨: أيضاً، ج: ١، ص: ٣٨
- ٥٤: أيضاً، باب عظة الامام النساء وتعليمهن، ج: ١، ص: ٣٨ ٣٩: أيضاً، باب حفظ العلم، ج: ١، ص: ٣٩
- ٥٥: أيضاً، باب حفظ العلم، ج: ١، ص: ٣٩ ٤٠: أيضاً، ج: ١، ص: ٣٩
- ٥٦: أيضاً، باب حفظ العلم، ج: ١، ص: ٣٩ ٤١: أيضاً، ج: ١، ص: ٤١
- ٥٧: أيضاً، ج: ١، ص: ٤١ ٤٢: أيضاً، ج: ١، ص: ٤٢
- ٥٨: أيضاً، ج: ١، ص: ٤٢ ٤٣: أيضاً، ج: ١، ص: ٤٣
- ٥٩: أيضاً، باب حفظ العلم، ج: ١، ص: ٤٣ ٤٤: أيضاً، باب حفظ العلم، ج: ١، ص: ٤٤
- ٤٥: أيضاً، باب الاصفات للعلمائى، ج: ١، ص: ٤٤ ٤٥: أيضاً، باب الاصفات للعلمائى، ج: ١، ص: ٤٥
- ٤٦: أيضاً، باب الاصفات للعلمائى، ج: ١، ص: ٤٥ ٤٦: أيضاً، باب الاصفات للعلمائى، ج: ١، ص: ٤٦
- ٤٧: أيضاً، باب ما يستحب للعلمائى، ج: ١، ص: ٤٦ ٤٧: أيضاً، باب ما يستحب للعلمائى، ج: ١، ص: ٤٧
- ٤٨: أيضاً، باب ما يستحب للعلمائى، ج: ١، ص: ٤٧ ٤٨: أيضاً، باب ما يستحب للعلمائى، ج: ١، ص: ٤٨
- ٤٩: أيضاً، باب السؤال والفتيا عن درمى الجمار، ج: ١، ص: ٤٩ ٤٩: أيضاً، باب ما يستحب للعلمائى، ج: ١، ص: ٤٩
- ٥٠: أيضاً، باب السؤال والفتيا عن درمى الجمار، ج: ١، ص: ٤٩ ٥٠: أيضاً، باب السؤال والفتيا عن درمى الجمار، ج: ١، ص: ٥٠
- ٥١: أيضاً، باب من ترك بعض الاختيار، ج: ١، ص: ٥٠ ٥١: أيضاً، باب من ترك بعض الاختيار، ج: ١، ص: ٥١
- ٥٢: أيضاً، باب الحباء في العلم، ج: ١، ص: ٥١ ٥٢: أيضاً، باب الحباء في العلم، ج: ١، ص: ٥٢

● ● ●

ڈاکٹرمفتی احمد خان

استادور فیق دارالافتاء، جامعہ فاروقیہ کراچی

ماہِ ربج و اراس کے فضائل و مسائل

رجب المرجب کا مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ رجب اسلامی و قمری سال کا ساتواں مہینہ ہے، اس کا شمار حرمت کے چار مہینوں میں ہوتا ہے، حرمت کے چار مہینے جس طرح قبل از اسلام معزز و محترم جانے جاتے تھے اسی طرح بعد از اسلام بھی ان کو وہی حیثیت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے ﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ الْأَنْتَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ حَقِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيْمَنُ﴾ (سورۃ التوبۃ، آیت: ۳۶ پارہ: ۱۰) یعنی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کی کتاب (لوح محفوظ) کے مطابق اس دن سے چلی آ رہی ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا، ان (بارہ مہینوں) میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں، یہی دین (کا) سیدھا سادہ (تقاضا) ہے۔

ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب یہ حرمت کے چار مہینے ہیں ان مہینوں میں جہاں نیک کام کا اجر و ثواب دگنا ہو جاتا ہے، اسی طرح گناہ کے ارتکاب پر و بال اور عذاب بھی دوسرا مہینوں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے، علامہ قرطی فرماتے ہیں ”فیضعف فیہ العقاب بالعمل السيء کما یضعف بالعمل الصالح“ (تفسیر قرطی: 8/134، دارالكتب المصریہ)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”تمام انبیا علیہم السلام کی شریعتیں اس بات پر متفق ہیں کہ ان چار مہینوں میں ہر عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اور ان میں کوئی گناہ کرے تو اس کا و بال اور

عذاب بھی زیادہ ہوتا ہے۔ ”حضرت مفتی صاحب“ منها ربعہ حرم“ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، ”ان کو حرمت والا دو معنی کے اعتبار سے کہا گیا ہے، ایک تو اس لیے کہ ان میں قتل و قتل حرام ہے، اور دوسرا اس لیے کہ یہ مہینے متبرک اور واجب الاحترام ہیں۔ ان میں عبادات کا ثواب زیادہ ملتا ہے۔ ان میں پہلا حکم تو شریعت اسلام میں منسون ہو گیا مگر دوسرا حکم (احترام و ادب) اور ان میں عبادت گزاری کا اہتمام اسلام میں ابھی باقی ہے۔“ (معارف القرآن: 4/370 تا 372)

رجب عربی زبان کا لفظ ہے۔ ترجیب سے مشتق ہے۔ اس کے معنی تعظیم و تکریم کے آتے ہیں، بعض حضرات نے اس کا معنی ”ڈرنا“ سے کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرا مہینوں کی طرح اس مہینہ میں بھی اللہ تعالیٰ سے خوب ڈرنا چاہیے۔ یہ مہینہ حرمت کے مہینوں میں ہونے کی وجہ سے محترم اور متبرک ہے اسی طرح اس میں عبادت کا اجر و ثواب بھی زیادہ ہے، اس مہینے کے بہت سے فضائل احادیث مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں۔ احادیث مبارکہ میں اس مہینہ میں روزے رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اس پر بہت زیادہ اجر و ثواب کی خوشخبری دی گئی ہے۔

رجب کا مہینہ شروع ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے ”اللّٰهُمَّ بارك لِنَا فِي رَجَبٍ وَشَعْبَانَ وَلِعَلَّنَا رَمَضَانَ“ یعنی: اے اللہ! رجب اور شعبان کے مہینے میں ہمیں برکت عطا فرمائیے اور ہمیں رمضان تک پہنچا دیجیے۔ (شعب الایمان: 5، رقم: 348، مکتبۃ الرشد، ریاض)

اسلام نے اس مہینہ کو بہت معزز و محترم بتایا ہے، مگر افسوس، صد افسوس کہ بعد کے جہلانے اس مہینہ میں بہت سی من گھڑت خرافات شروع کر دیں جس کا دین اسلام اور شریعت محمدیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ قرآن و حدیث میں ان کے بارے میں کوئی ذکر ملتا ہے۔

صحابی رسول، کاتب رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یوم وفات

22 رجب صحابی رسول، کاتب و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا دن ہے، علامہ طبری لکھتے ہیں: ”مات معاویہ بنی دمشق سنہ ستین یوم الحیس لثان بقین من رجب“ (تاریخ طبری: 5، رقم: 324، دار الزراث، بیروت)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں اللہ کے رسول نے دعا کرتے ہوئے فرمایا تھا: ”اللّٰهُمَّ اجعله هادیا مهدیا واحدا“ (جامع الترمذی: 2/247) اے اللہ! تو معاویہ کو ہادی اور

ہدایت یافتہ بناء، ان کو ہدایت عطا فرمادی اور اس کے ذریعے ہدایت دے۔ ایک اور جگہ فرمایا: اللہم علم معاویۃ الكتاب والحساب وقہ العذاباً اللہ! معاویۃ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرمادی، اور اس کو عذاب سے محفوظ فرمادی۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "اللہم علمہ الکتاب مکن لفی البلاد و قہ العذاب" (مجموع الزوائد و منبع الفوائد، ج: ۹ ص: ۳۵۶ طبع بیروت) یعنی اے اللہ! معاویۃ کو کتاب سکھا دے اور شہروں میں اس کے لیے ٹھکانے بنادے اور اس کو عذاب سے بچا لے۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو کسی مشورے کے لیے طلب فرمایا، مگر دونوں حضرات مشورہ نہ دے سکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ادعوا معاویۃ احضروه امرکم فائہ قویٰ امین" (مجموع الزوائد و منبع الفوائد: ۹/ ۳۵۶) ترجمہ: معاویۃ کو بلا و اور معااملے کو ان کے سامنے رکھو، کیونکہ وہ قوی ہیں (مشورہ دیں گے) اور امین ہیں (غلط مشورہ نہیں دیں گے)۔

حضرت امیر معاویۃ رضی اللہ عنہ کا شمار کا تباہ و حجی میں ہوتا ہے اس پر تمام امت کا اجماع ہے۔ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین میں میں سے سب سے زیادہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہے اور اس کے بعد وسر اور درجہ حضرت معاویۃ رضی اللہ عنہ کا تھا، یہ دونوں حضرات دن رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گلے رہتے اور اس کے سوا کوئی کام نہ کرتے تھے۔" (ابن حزم، جوامع السیرۃ، ص: 27)

☆... حضرت امیر معاویۃ رضی اللہ عنہ مراسلہ نبوی کے قاری تھے۔ (مسند احمد: ۳/ 441، مجموع الزوائد، البدایۃ و انحصاریۃ)

☆... آپ رضی اللہ عنہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا عظیم اعتماد تھا کہ خصوصی خطوط کے محرر رہے۔ (الاصابة: ۳/ 393)

☆... آپ رضی اللہ عنہ کو پہلوئے نبوت میں بیٹھنے کا شرف حاصل رہا۔

☆... آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تراشنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ (تاریخ ابن عساکر)

☆... آپ رضی اللہ عنہ غزوہات میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے، چنانچہ غزوہ حنین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 100، اوٹ اور 40، او قیہ بھی عنایت فرمائے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام حضرت عبد اللہ بن مبارک کی نگاہ میں

عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ حضرت معاویہ افضل ہیں یا عمر بن عبد العزیز؟ حضرت عبد اللہ بن مبارک نے جواب دیا: ”جوئی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں پڑی وہ عمر بن عبد العزیز سے ہزار درجہ افضل ہے۔“

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام حضرت پیر ان پیر کی نگاہ میں

پیر ان پیر حضرت عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”میں معاویہ کے راستے میں بیٹھوں، اس کے گھوڑے کے پاؤں کی مٹی میرے اوپر پڑے میں اسے اپنے لیے باعث نجات اور فخر سمجھتا ہوں۔“ حضرت عمر بن سعید رضی اللہ عنہ حص کے والی تھے، ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معزول کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا تو اس موقع پر حضرت عمر نے فرمایا کہ: معاویہ کو صرف خیر کے ساتھ یاد کرو، کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معاویہ کے حق میں یہ دعا کرتے ہوئے سننا: ”اے اللہ! معاویہ کو ہدایت عطا فرم۔“

کونڈوں کی شرعی و تاریخی حیثیت

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ابدی کامیابی کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری میں رکھا ہے، انسان اس کامیابی کو اللہ تعالیٰ کی عبادت و رضا سے حاصل کرنے کیلئے ہر ممکن کوشش کرتا ہے مگر چونکہ انسان کی کامیابی شیطان کو اچھی نہیں لگتی تو جب انسان کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، شیطان اگرچہ اس سے خوش ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ پریشانی کی بات یہ ہوتی ہے کہ گناہ کا رسان جب ندامت و شرمندگی سے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے گا تو اپنے گناہ سے بالکل پاک صاف ہو جائے گا اور شیطان سوچتا ہے، میری ساری محنت رائیگاں جائے گی، تو پھر..... انسان کو ایک ایسے گناہ میں مبتلا کر کے مطمئن ہو جاتا ہے کہ اس کے ارتکاب پر انسان کو تو پر کی توفیق نہیں ملتی، اور وہ گناہ ”بدعت“ ہے۔ جی ہاں! بدعت بہت ہی سنگین گناہ ہے، کیوں کہ بدعتی سمجھ رہا ہوتا ہے کہ وہ بہت بڑی نیکی کر رہا ہے جبکہ وہ اپنے عمل کو گناہ تصور ہی نہیں کرتا تو وہ توبہ کیسے کرے گا؟ تو بدعتی ہمیشہ توبہ سے محروم رہتا ہے۔

انہی بدعتات میں سے ایک فتح بدعت 22 ربیع کے کونڈوں کی رسم ہے۔ یہ بعض صحابہ اور تو یعنی صحابہ پر مبنی رسم دشمنان صحابہ کی ایجاد کردہ ہے۔ اس کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ 22 ربیع کی شب کو عورتیں

نہاد ہو کر باوضو ہو کر خاص طریقہ کے مطابق پوریاں بنائے کرنے کے کوئی نہیں میں بھر کے.....چوکی یا صاف چادر پر رکھ کر ایک منظوم کتاب پڑھواتی ہیں، اس رسم کی ابتداء سنہ 1906ء میں ریاست رام پور (یوپی) سے ہوئی۔

کونڈوں کی من گھڑت کہانی: رجب کے کونڈوں کو ثابت کرنے کے لیے ایک جھوٹی کہانی کا شہار لیا جاتا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینے میں ایک غریب لکڑہارے کی بیوی نے امام جعفر صادق رحمہ اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو 22 رجب کو میرے نام کے کونڈے بھرے گا پھر اللہ سے جو بھی دعا کریگا وہ قبول ہوگی ورنہ قیامت کے دن وہ میراً گریبان پکڑے۔ چنانچہ اس لکڑہارے کی بیوی نے ایسا ہی کیا۔ اس کا شوہر بہت سماں لیکر واپس لوٹا اور ایک شاندار محل تعمیر کر کے رہنے لگا، اور وزیر کی بیوی نے کونڈوں کو نہ مانتواں کے شوہر کی وزارت ختم ہو گئی۔ پھر اس نے توبہ کی اور کونڈے بھرے تو دوبارہ وزیر بن گیا۔ اس کے بعد بادشاہ اور قوم ہرسال دھوم دھام سے یہ رسم منانے لگے۔

یہ ایک فتح بدعت و رسم ہے جو دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایجاد کردہ ہے، اس کی ایجاد صرف اور صرف بغرض معاویہ رضی اللہ عنہ کے اظہار کے لیے ہے۔ اس کا دین اسلام اور شریعتِ محمد یہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رجب کے کونڈوں کی کوئی حیثیت نہیں، یہ گھڑی ہوئی باتیں ہیں، ان کو تزک کر دینا چاہئے..... ان کو شرعی سمجھ کر پکانا، بنانا، کھانا بدعت ہے۔“ (کفایت المفتی: 2/283، ادارہ الفاروق کراچی)

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”کونڈوں کی مروجہ رسم محض بے اصل، خلاف شرع اور بدعت ہے۔ 22 رجب نہ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی تاریخ و لادت ہے اور نہ ہی تاریخ وفات، اس کا حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کے ساتھ کیا تعلق؟ 22 رجب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے۔ اس رسم کو محض پرده پوشی کے لیے حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ درحقیقت یہ رسم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔ جس وقت یہ رسم بجالائی گئی اس وقت اہل سنت کا غالبہ تھا (اس لیے خفیہ منائی گئی)، لہذا برادران اہل سنت کو اس رسم سے بہت دور رہنا چاہئے، نہ خود اس رسم کو بجالائیں اور نہ ہی اس میں شرکت کریں۔“ (فتاویٰ محمودیہ: 1/220، ادارہ الفاروق کراچی)

حضرت مفتی رشید احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کونڈوں کی مروجہ رسم دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم نے

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر اظہار مسرت کے لیے ایجاد کی ہے، مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہرگز ایسی رسم نہ کریں، دوسروں کو بھی اس کی حقیقت سے آگاہ کر کے اس سے بچانے کی کوشش کریں (احسن الفتاویٰ: 1/ 368)

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اس رسم میں ہرگز شرکت نہیں کرنی چاہئے، بلکہ حتیٰ الوع اسے مٹانے کی کوشش کرنی چاہئے، اس دن نیک مقصد کے تحت خیرات کی بھی اجازت نہیں دی جاسکتی، کیونکہ اس میں تشبہ بالروافض ہے، نیزان کے مکروہ ترین عمل کو تقویت دینا ہے، اس عمل کی بنیادی غرض ہی صحابی رسول کی توہین اور مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنا ہے۔“ (نیز الفتاویٰ: 1/ 572)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں: ”آن کل معاشرے میں فرض، واجب کے درجہ میں جو چیز پھیل گئی ہے وہ کوئی نہ ہے، نماز پڑھنے پڑھے، روزہ رکھنے رکھے، گناہوں سے بچنے بچے لیکن کوئی ضرور کرے، خدا جانے یہ کوئی نہ ہے کہاں سے نکل آئے، نہ قرآن کریم سے ثابت ہیں، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے، نہ تابعین سے نہ تبع تابعین سے اور نہ بزرگان دین سے، اس کی کوئی اصل نہیں، (بس) ہماری قوم مزہ اور لذت کی خوگز ہے، اس طرح کی چیزوں نے امت کو خرافات میں مبتلا کر دیا۔
حقیقت خرافات میں کھوگئی، یہ امت روایات میں کھوگئی۔ (مآخذ اسلامی بیانات: 1/ 54)

شبِ معراج منانے کی حقیقت

27 ربج کی شب، شبِ معراج کے نام سے مشہور ہے، اس رات میں خاص طریقے پر خاص تعداد میں نمازیں پڑھی جاتی ہیں، ان کو ”صلوٰۃ الرغائب“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس شب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس شب کو معراج پر تشریف لے گئے تھے، پہلی بات تو یہ کہ واقعہ معراج کی تاریخ میں اختلاف ہے، کسی نے بھی تعمین کے ساتھ نہیں لکھا ہے کہ یہ واقعہ ستائیں رجب کی شب کو پیش آیا ہے، بالفرض والحال اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر قرآن و حدیث اور صحابہ و تابعین میں سے اس رات میں اس مخصوص عبادت کے بارے میں کہیں بھی منقول نہیں ہے بلکہ محمد شین اور فرقہ نے اس کی بھر پور تردید فرمائی ہے۔

علامہ مجحی الدین امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: 27 ربج اور شعبان کی پندرہویں رات کی مخصوص نمازیں سنت نہیں، بلکہ ناجائز اور بدعت ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ”اس شب کے لیے خصوصی نوافل کا اہتمام کہیں ثابت نہیں، نہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے، نہ تابعین عظام رحیم اللہ نے کیا۔ علامہ جلی تلمیذ شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے غنیۃ المستملی، ص: 411 میں، علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے الجر الرائق شرح کنز الدقائق، ج: 2، ص: 56، میں، علامہ طحطاوی نے مراتی الفلاح، ص: 22 میں، اس رواج پر نکیر فرمائی ہے اور اس کے متعلق جو فضائل نقل کرتے ہیں ان کو رد کیا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: 3/284، ادارہ الفاروق کراچی)

27 رجب کا روزہ

عوامِ الناس میں ستائیں رجب کے روزے کو فضیلت والا سمجھا جاتا ہے اور وہ رجب کی ستائیسویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا ثواب ایک ہزار روزہ کے برابر سمجھتے ہیں۔ اسی واسطے اس روزہ کو ”ہزاری روزہ“ کہتے ہیں، مگر یہ فضیلت ثابت نہیں، کیونکہ اکثر روایات اس بارے میں موضوع ہیں اور بعض جو موضوع نہیں وہ بھی بہت زیادہ ضعیف ہیں، اس لیے اس دن کے روزہ کو زیادہ ثواب کا باعث یا اس دن کے روزہ کے متعلق سنت ہونے کا اعتقاد نہ رکھا جائے۔ علمائے کرام نے اپنی تصنیف میں اس کی بہت تردید کی ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے ”تبیین العجب بما ورد فی فضل رجب“ کے نام سے اس موضوع پر مستقل کتاب لکھی ہے، جس میں انہوں نے رجب سے متعلق پائی جانے والی تمام ضعیف اور موضوع روایات پر محدثانہ کلام کرتے ہوئے سب کو باطل کر دیا ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ رجب کے مہینے میں ”تبارک“ اور 27 رجب کو روزہ رکھنے کے متعلق فرماتے ہیں: ”اس امر کا التزام نادرست اور بدعت ہے۔“ (فتاویٰ رشیدیہ، ص: 148)

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ستائیسویں رجب کے روزے کو جو عوام ہزارہ روزہ کہتے ہیں اور ہزار روزوں کے برابر اس کا ثواب سمجھتے ہیں، اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم مدل و مکمل: 6/491-492)

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ماہ رجب میں تاریخ مذکورہ میں روزہ رکھنے کی فضیلت پر بعض روایات وارد ہوئی ہیں، لیکن وہ روایات محدثین کے نزد یک درجہ صحیت کوئی پہنچیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ”ماثبت بالسنۃ“ میں ذکر کیا ہے۔ بعض بہت ضعیف ہیں اور بعض موضوع

(من گھڑت) ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ، 3/281، ادارہ الفاروق کراچی)

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ”27 ربیع کے روزہ کا کوئی ثبوت نہیں۔“ (سات مسائل صفحہ: 5)

حضرت فاروق عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بدعت کا سد باب کیا

یہ تمام فتاویٰ جات ماضی قریب کے ہیں، مگر اس سے بڑھ کر یہ کہ حضرت فاروق عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں بعض لوگ 27 ربیع کو روزہ لازم سمجھ کر رکھنے لگے۔ جب حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیٹا چلا کہ 27 ربیع کا خاص اہتمام کر کے لوگ روزہ رکھ رہے ہیں، تو چونکہ ان کے یہاں دین سے ذرا ادھر ادھر ہونا ممکن نہیں تھا، چنانچہ وہ فوراً گھر سے نکل پڑے، اور ایک ایک شخص کو جا کر زبردستی فرماتے کہ ”تم میرے سامنے کھانا کھاؤ، اور اس بات کا ثبوت دو کہ تمہارا روزہ نہیں ہے“، باقاعدہ اہتمام کر کے لوگوں کو کھانا کھلایا، حضرت عمر فاروقؓ کا یہ عمل اور سخا بکرام کا خاموش رہنا اس لیے تھا تاکہ لوگوں کو یہ خیال نہ ہو کہ آج کا روزہ زیادہ فضیلت کا ہے، بلکہ جیسے اور دونوں میں غلطی روزہ رکھے جاسکتے ہیں، اسی طرح اس دن کا بھی غلطی روزہ رکھا جاسکتا ہے دونوں میں کوئی فرق نہیں، آپ نے یہ اہتمام اس لیے فرمایا تاکہ، بدعت کا سد باب ہو، اور دین کے اندر اپنی طرف سے زیادتی نہ ہو۔

اس رات میں جاگ کر کوئی برائی کر لی

اس سے اس بات کا جواب بھی معلوم ہو گیا کہ بعض لوگ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ ”اگر ہم نے اس رات میں جاگ کر عبادت کر لی اور دن میں روزہ رکھ لیا تو کونسا گناہ کر لیا؟ کیا ہم نے پوری کر لی؟ یا شراب پی لی؟ یا ڈاکا ڈالا؟ ہم نے رات میں عبادت ہی تو کی ہے، اور اگر دن میں روزہ رکھ لیا تو کیا خرابی کا کام کیا؟“

دین ”اتباع“ کا نام ہے

حضرت فاروق عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتلا دیا کہ خرابی یہ ہوئی کہ، اس دن کے اندر روزہ رکھنے کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں دیا، اور ”خود ساختہ اہتمام والتزام“ ہی اصل خرابی ہے، سارے دین کا خلاصہ ”اتباع“ ہے، کہ ہمارا حکم مانو، نہ روزہ رکھنے میں کچھ رکھا ہے، نہ افطار کرنے میں کچھ رکھا ہے، اور نہ نماز پڑھنے میں کچھ رکھا ہے، جب ہم کہیں کہ نماز پڑھو تو نماز پڑھنا عبادت ہے، اور جب ہم کہیں کہ نماز نہ پڑھو تو نماز نہ پڑھنا عبادت ہے، جب ہم کہیں کہ روزہ رکھو تو روزہ رکھنا عبادت ہے

اور جب ہم کہیں کہ روزہ نہ رکھ تو روزہ نہ رکھنا عبادت ہے، اگر اس وقت روزہ رکھو گے تو یہ دین کے خلاف ہو گا۔ تو دین کا سارا کمال ”اتباع“ میں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ یہ حقیقت دل میں اتاردے تو ساری بدعتوں کے خود ساختہ التزامات کی جڑ کٹ جائے۔

اب صورت حال یہ ہے کہ ہر خرافات کو عبادات کے درجہ میں سمجھا جاتا ہے اور جو ان کو نہ کرنے کے اسے بر اجلا کہا جاتا ہے، حالانکہ خود ان خرافات کی کوئی اصل نہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کی وفات پر خوشی یہ ایک مسلمان کیسے کر سکتا ہے، مگر افسوس کہ دشمنان صحابہ کی ایجاد کردہ خرافات ان کی دیکھادیکھی اہل سنت میں بھی عام ہوتی چلی گئی، اور حالت یہ ہے کہ نادان اور ناواقف مسلمان ان خرافات کو بڑے اہتمام سے کرتے ہیں۔ یہ بات تمام مسلمانوں کے لیے لمحہ فکر یہ ہے کہ ایسی رسیں جو بعض صحابہ اور توہین صحابہ پر تھی ہیں اسے ہم اہل سنت بڑے اہتمام سے عبادات سمجھ کر ادا کریں، تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان تمام خرافات کو حتی الوع مٹانے کی کوشش کریں اور ناواقف مسلمانوں کو دین کی حقیقت سے آگاہ کریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ کل قیامت کے دن ہمیں دشمنان صحابہ کی صاف میں گھٹا کر دیا جائے۔

ربج کی روٹی

ربج المرجب کا مہینہ جب آتا ہے تو کچھ لوگ جمعہ کے دن میٹھی روٹی پکاتے ہیں اور اتنا لیس مرتبہ سورہ ملک پڑھتے ہیں، اس کو ”تبارک“ کہتے ہیں اور روٹی کو میت کی طرف سے فدی یہ صدقہ خیرات سمجھ کر تقسیم کرتے ہیں۔ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، ربج کی روٹی کے بارے میں مفتی محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”یہ نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث شریف سے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہ فقہاء محدثین کی کتب سے بلکہ من گھڑت ہے، ایسی چیز کو شریعت میں بدعut کہتے ہیں، اس کا ترک کرنا واجب ہے۔“ (فتاویٰ محمودیہ: 3/282، ادارہ الفاروق کراچی)

ان مذکورہ بالا تمام باتوں کے بعد ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنی اصل کی جانب لوٹ آئیں اور بدعاویت خرافات سے توبہ تائب ہو کر فرائض، واجبات اور سنن کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔ اس سے پہلے جتنی بھی خرافات کی ہیں اس کی اللہ تعالیٰ سے خوب گڑگڑا کر معافی مانگیں اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کریں، اللہ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

• • •

تغییص: طلباء جامعہ نہرا

بیان حضرت مولانا مفتی ابوالباب صاحب

جامعہ دارالتفوی کے قدماء کا سالانہ اجتماع 17 فروری بروز اتوار بوقت ظہر تا عشاء الہمال مسجد چوبری میں منعقد ہوا۔ جس کے مہمان خصوصی حضرت مولانا مفتی ابوالباب شاہ منصور (جامعۃ الرشید کراچی) تھے۔ حضرت مفتی صاحب نے فضلاً سے جو گفتگو فرمائی اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

خطبہ مسنونہ کے بعد مفتی صاحب نے فرمایا: مدرسے میں جب بچہ داخل ہوتا ہے تو اس کا پہلا سبق یہ ہوتا ہے کہ اس کی نیت درست ہو یعنی اپنے دل کا رخ اللہ تعالیٰ کی آئی ہوئی رحمت کی طرف ہو اور دنیا و ما فیہا سے ہٹ کٹ کر صرف اسی کو راضی کرنے کے جذبے سے اس سفر کا آغاز کرے۔ نیت کا درست کرنا پہلا سبق ہے اور اتنا اہم سبق ہے کہ اس کو بار بار دھراتے رہنا چاہیے۔ ہر سال ہر مجلس کا پہلا سبق بھی یہی اور آخری سبق بھی یہی ہوتا ہے۔

اس قولی سبق کے بعد جو پہلا عملی سبق ہوتا ہے وہ اساتذہ کا ادب اور احترام ہے، یہ عملی سبق ہے اس سبق کو بھی یاد رکھنا چاہیے اور دھراتے رہنا چاہیے اور تازہ کرتے رہنا چاہیے۔ جو بچہ اپنے اساتذہ کا جتنا زیادہ فرمانبردار ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ حاصل کرے گا یہ ہمارے تجربے کا نجوڑ ہے۔ ان دونوں سبقوں کے

پختہ کرنے میں بہت سے مسائل کا حل ہے۔ بہت سے اشکالات کا جواب ہے۔ طلباء کو چاہیے کہ اپنے اکابر پر اعتماد کریں ان کی سوانح پڑھیں اور اس سے رہنمائی لیں۔

مفتی صاحب نے فرمایا کہ طلباء اور ان کے والدین ایک سوال کثرت سے پوچھتے ہیں کہ ہماراچھے عالم بن کے کرے گا کیا؟ اس کے معاشر کا کیا ہوگا؟ تو میرا جواب ہوتا ہے کہ علم دین کے حصول کا مقصود روزی کمانا نہیں بلکہ اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے یہ نبوت کی وراثت ہے یہاں تو وہ آئے جو یہ عزم کر سکتا ہو کہ اس مقصد کے حصول کے لئے فاقہ بھی کرنا پڑے تو کروں گا اور وہ مقصد ہے اللہ کو راضی کرنا اور اللہ کی رضا والے اعمال کو اس روئے زمین کے ہر ذرے پر منطبق کرنا، اللہ کی منشاء کو پورا کرنے میں اپنی جان کھپانا۔ اس مقصد کی خاطر جو فاقلوں پر خوش ہے وہ آجائے اور جو اس مقصد پر خود کو حظر نہیں کر سکتا وہ چلا جائے اپنے آپ کو دھوکہ دے اور نہ ہی اپنے والدین کو دھوکے میں رکھے اور اپنے متعلقین کا انگلی پکڑ کر پل صراط سے پار کرنے کا وسیلہ بننے کی بجائے ان کی تمناؤں کا خون نہ کرے۔

جب اللہ کو راضی کرنا ہے تو مساوا سے نظر ہٹانی ہوگی۔ ماسوا اللہ پھر ہر آدمی کا الگ الگ ہوتا ہے۔ مدرسہ میں آنیوالے کا یہ ہوتا ہے کہ اس نے دیکھا کہ خطیب صاحب آئے یوں گاڑی کھلی، یوں استقبال ہوا، پھر یوں گیا۔ اب وہ اپنے سینے میں دین کی خدمت کی ایک تصویر بنایا بیٹھا ہے۔ اور وہ ہوس اور حرثص ہے اور وہ غیر اللہ کی پوجا ہے اور وہ ایک بت ہے جسے اس نے سجا لیا ہے۔ وہ سمجھ رہا ہے کہ میں دین کی خدمت کر رہا ہوں تو ابھی یہیں سے اگلی بات بھی پتہ چلی کہ پہلا سبق تو یہ ہے کہ آدمی سب چیزوں کو دینے پر تیار ہو جائے، اس علم کی خاطر جو اللہ کی رضا کا بہت قوی ذریعہ ہے۔ ایسا ذریعہ کہ رب العزت اگر کسی سے راضی نہ ہو تو اس کے سینہ میں اس کا الہام نہ کرے القاء نہ کرے۔ اسے جاگزین نہ ہونے دے۔ اللہ رب العزت کے پاس اس سے بڑی کوئی نعمت ہوتی تو انبیاء کو نوازتا اور انبیاء سے قربانیاں لینے کے بعد جب انعام دینے کا مرحلہ آتا تو کچھ اور دے دیتا۔ اس لئے میرے عزیز اس نعمت کا شکر ادا کریں آپ کے حصے میں وہ نعمت آئی ہے جو اللہ اپنے انبیاء کو دیا کرتے تھے۔

مدرسہ کے پہلے دن سے لیکر آخڑی دن تک۔ الف، باء، تاء سے لیکر سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ

العظمیٰ تک نقج میں جا بجا اپنی نیت کو کرید کر طوول طوول کر دیکھنا چاہیے۔ اس میں کہیں کسی غیر کا نقش، کسی سے صلے کی تمنا، کسی سے ستائش کی پرواتونیں آگئی ہے، یہ مسلسل جائزہ لیتے رہنا چاہیے۔ امام غزالیؒ نے اس کو خوب کھولا ہے کہ یہ اخلاص احسان تک کیسے جاتا ہے۔ تو میرے بھائیو بزرگ و مستوایہ پہلا سبق ہے اور بڑے کام کا ہے، سب کچھ آسان کر دیتا ہے، سب کچھ اسی میں چھپا ہے، آدمی کو ہلا کر دیتا ہے، بغم کر دیتا ہے۔ حضرت گلگو ہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ ”ان کو تعریف سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور تتفصیل سے کوئی اثر نہیں ہوتا۔“ (یعنی اللہ کو) اچھے لگ جائیں اور ڈرتے بھی اسی سے تھے کہ اس کی طرف سے لا بیک نہ آجائے اور کسی سے کچھ نہ چاہتے تھے۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ مدارس والے دنیا کے کسی کام کے نہیں ہیں۔ ارے بابا! دنیا ہمارے کسی کام کی نہیں ہے، ہم ہیں تو دنیا کے کام ہیں، ہم نہ ہوں تو آسمان نہ ہو، اللہ کی توحید پر آسمان کھڑا ہے، نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت اور سنت کی برکت سے قیامت رکی ہوئی ہے، فتنوں کے آگے بند بند ہوا ہے اور شریعت و سنت کے حافظ، داعی و حامل وبلغ اللہ کے فضل سے ہم ہیں۔ ہمارا مطلب کیا ہے؟ اس معاشرہ میں ہر بندے کی اپنی کارکردگی ہوتی ہے۔ ہماری کارکردگی یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو جو کہنا چاہتا ہے بندے اُسے بھلا دیتے ہیں اللہ دوبارہ کہلوانا چاہتا ہے اور ہمارے ذریعے کہلواتا ہے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنی اہمیت کو سمجھیں، اپنے مقام اور مرتبے کو پہچانیں، اگر ہم نے اس نعمت کی قدر نہ کی تو یہ نعمت ہم سے چھینی جاسکتی ہے۔ دین ہمارا محتاج نہیں ہے، ہم محتاج ہیں، ہمیں محتاج بن کر ہر وقت اس نعمت کا شکر بھی ادا کرتے رہنا ہے اور اس نعمت کے جو تقاضے ہیں ان کو بھی پورا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

• • •

جامعہ کردارِ تقویٰ

کے زیر اہتمام بذریعہ ملٹی میڈیا پرو جیکٹر
علماء و مفتیان کرام سے استفادے کا موقع

اعتنی کاف تربیتی نشست

☆ اعتنی کاف کے فضائل و مسائل ☆ مزید بہت سادینی و اصلاحی فائدہ
ترتیب نشست

نمبر شمار	تاریخ	دن	وقت	مقام
1	29 مئی، 2019	پنجم	ظہر ۳ بجے	الہمال مسجد چوربیگی 03222333224
2	28 مئی، 2019	شنبہ	ظہر ۳ بجے	خالق مسجد گلشن راوی 03224047029
3	30 مئی، 2019	جمعرات	ظہر ۳ بجے	چوربیگی کواڑ 03217744712
4	30 مئی، 2019	جمعرات	عصر تا مغرب	جامع مسجد پیغمبر اکتوبری کالونی 03334287107

مرکزی وقت: متصل جامع مسجد الہمال، چوربیگی پارک، لاہور

+923222333224 darultaqwa.online@gmail.com

ifta4u@yahoo.com Mufti Online: +923004113082

www.darultaqwa.org f/jamiadarultaqwa

پدریعہ
ملکی میدیا پرورش

جامعہ کے دارالتفوی کے زیر اہتمام مستند علماء و مفتیان کرام کے زیر نگرانی



زکوٰۃ

فضائل و مسائل

تربیت و رکشان اور چند غلطیوں کا ازالہ

سوال و جواب کی نشست

تربیت زکوٰۃ سینارز

دورانیہ
تقریباد و گھنٹے

نمبر شمار	تاریخ	دن	وقت	مقام
1	23 مارچ، 2019	پنڈت	ظہر تا 4 بجے	زیر مسجد گلشنِ راوی 03222333224
2	17 اپریل، 2019	اتوار	ظہر تا 4 بجے	المیال مسجد چوربی پارک 03222333224
3	14 اپریل، 2019	اتوار	ظہر تا 4 بجے	مکان نمبر 587 مکی نمبر 31 بگناہ بلاک بحریہ ناون (شاہد نیر صاحب) 03004015576
4	21 اپریل، 2019	اتوار	مغرب تا عشاء	مکان نمبر 691 ، سڑیت نمبر 3، زین بلاک ذی الحجه اے (ڈاکٹر سعید صاحب) 03214825025
5	28 اپریل، 2019	اتوار	ظہر تا 4 بجے	جامع مسجد ابو بکر اے بلاک از زیر ناون 03213867194
6	5 مئی، 2019	اتوار	ظہر تا 4 بجے	جامع مسجد چوربی کوثر 03217744712
7	4 مئی، 2019	پنڈت	مغرب تا عشاء	توحید مسجد نیو سپر ناون میں بلیور ڈاؤن پیش 03224055391

آپ سے التماس ہے کہ اس نشست میں ضرور شرکت فرمائیں۔

شعبہ دار الافتاء و التحقیق

آپ کے مسائل کا حل

فاسد نماز کا وقت کے بعد اعادہ

ہم گذشتہ دنوں ایک جگہ سیر کے لیے گئے وہاں مغرب کی نماز ایک مسجد میں ادا کی۔ امام صاحب تیسری رکعت کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے مقدمتیوں کے لفتمہ کے بعد وہ واپس آگئے لیکن انہوں نے سجدہ سہوہ نہیں کیا۔ میرے ساتھیوں نے مجھ سے پوچھا مجھے مسئلے کا علم نہیں تھا اس لیے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ کیا ہماری نماز ہو گئی یا اب دوبارہ اس کو لوٹانا ضروری ہے؟ اور کیا وقت کے اندر اندر ہی لوٹانا ضروری ہوتا ہے یا بعد میں بھی ضروری رہتا ہے؟

جواب: مذکورہ صورت میں نماز کا لوٹانا ضروری ہے۔ اور وقت گذرنے کے بعد بھی لوٹانا ضروری ہوتا ہے۔

عذر کی وجہ سے مسجد کے کمروں میں نماز ادا کرنا

ایک مسجد زیر تعمیر ہے اور مسجد کا کچھ حصہ اور ملحقة دو کمرے جن کے اوپر امام صاحب کی رہائش ہے، تعمیر ہو چکا ہے۔ مسجد کے تعمیر شدہ حصے میں گرمی اور مچھروں کے دق کرنے کے باعث حضرات ملحقة کمروں میں مسجد کی تعمیر تک نماز پنجگانہ ادا کر رہے ہیں۔ اب مذکورہ عبارت سے دو سوال کا جواب مطلوب ہے آیا ملحقة کمروں میں نماز پڑھنا درست ہے یعنی نماز پنجگانہ؟ نیز ملحقة کمروں میں نماز باجماعت پنجگانہ سے مسجد کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ جبکہ مسجد کا صحن تعمیر ہو چکا ہے۔

جواب:

مذکورہ صورت میں کوشش تو یہی کی جائے کہ مسجد کے اصل حصے میں جو کہ نماز کے لیے مخصوص ہے اسی

میں نماز ادا کی جائے اور گرمی یا مچھروں کے لیے کوئی پیدل شل پنکھے یا کوال کا بندوبست کیا جائے۔ لیکن اگر یہ بندوبست دشوار ہو تو عارضی طور پر ماحقہ کروں میں نماز ادا کر سکتے ہیں۔

انسان کو سترہ بنانا

زید کہتا ہے کہ لکڑی کا سترہ جائز ہے اور انسان کا جائز نہیں۔ اس لیے کہ انسان میں معبد بننے کی صلاحیت ہے۔ بکر کہتا ہے کہ انسان کا بھی سترہ بن سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی چیز میں خواہ انسان ہی کیوں نہ ہو معبد بننے کی صلاحیت نہیں۔ جو معبد ہونے کی صلاحیت سمجھے وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ گزارش ہے کہ سترہ بنانے اور معبد کی صلاحیت کے حوالے سے خوب وضاحت کریں اور یہ بتائیں کہ اس مسئلہ میں کون حق پر ہے؟ اگر بکر کا کہنا طھیک ہے تو کیا زید پر تجدید ایمان کے ساتھ تجدید نکاح بھی ہے اور تجدید نکاح میں مہر پھر دوبارہ دینا ہوتا ہے۔؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب:

انسان کو سترہ بنانا بھی جائز ہے بشرطیکہ اس کا چہرہ نمازی کی طرف نہ ہو بلکہ پیٹھ نمازی کی طرف ہو۔ کیونکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ بعض اوقات سفر میں اپنے غلام نافع رحمہ اللہ کو سترہ بنالیتے تھے۔ چنانچہ ہدایہ میں مصنف ابن الہی شیبہ کے حوالے سے ہے:

لا بأس بأن يصلى إلى ظهر رجل قاعده يتحدث لأن ابن عمر ربما يستر

بنافع في بعض أسفاره. (هدایہ، باب ما يفسد الصلاة: 1/133)

لہذا زید کا یہ کہنا درست نہیں کہ ”انسان کا سترہ بنانا جائز نہیں“ اور نہ ہی یہ تو جیہی درست ہے کہ ”انسان میں معبد بننے کی صلاحیت ہے“ کیونکہ معبد تو صرف وہ ذات بن سکتی ہے جو سب سے بڑھ کر تعظیم کے قابل ہو اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

زید کی اگر یہ بات شرعی نقطہ نگاہ سے درست ہوتی تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ اپنے غلام نافع رحمہ اللہ کو سترہ نہ بناتے۔ نیز باجماعت نماز کے دوران پہلی صفائح کے علاوہ تمام صفوں والے نمازوں کے سامنے انسان ہی ہوتے ہیں۔ باقی زید کے اس کہنے سے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا مسئلہ تو اس بارے میں زید اپنا موقف واضح کرے کہ اس کی کیا مراد ہے؟

جنازہ کے موقع پر میت کا منہ دیکھنا

نماز جنازہ کے بعد یا نماز جنازہ سے پہلے میت کا منہ دیکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: میت کا پھرہ دیکھنا جبکہ نامرحم نہ ہوئی نفس جائز ہے البتہ اگر اس کی وجہ سے تدفین میں تاخیر ہوتی ہو تو پھر مکروہ ہے۔ چنانچہ اگر جنازے کا وقت متعین ہو تو اس سے پہلے پہلے چونکہ چھرہ دیکھنے کی وجہ سے تاخیر نہیں ہوتی اس لیے جائز ہوگا اور نماز جنازہ کے بعد اگر تاخیر کا باعث ہو مثلاً دیکھنے والے زیادہ ہوں تو ایسی صورت میں مکروہ ہوگا۔

گاہک کا کار گیکر کو فلٹر خریدنے کا کہنا

چونکہ ایس آٹو ڈریور موت سائکل کی مرمت کا بھی کام ہوتا ہے تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ گاہک نے کوئی کام کر دانا ہے اور کہتا ہے یہ پر زہ مثلاً فلٹر بھی خود ہی بازار سے خرید کر لگا دو، میں اس کے پیسے دے دوں گا۔ ایس آٹو ڈریور بالے بازار گاہک کی موت سائکل پر گاہک کی اجازت کے ساتھ جاتے ہیں اور پر زہ خریدتے ہیں اور اس دوران کام کا حرج بھی ہو سکتا ہے۔ اس پر زے کی عام مارکیٹ ویلیو مثلاً 40 روپے ہے، لیکن ایس آٹو ڈریور کو تعلقات کی وجہ سے 35 روپے میں مل جاتا ہے لیکن گاہک کو اس کی قیمت چالیس ہی بتاتے ہیں اور اس کے چالیس روپے ہی وصول کرتے ہیں کیونکہ اگر وہ خود جائے تو اس سے کبھی بھی چالیس سے کم میں نہ ملے۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: ایسا کرنے کی گنجائش ہے۔ کیونکہ گاہک خاص فلٹر کی خریداری کے لیے کار گیکر کو اپنا وکیل نہیں بنا رہا بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ کار گیکر فلٹر خود ہی مہیا کرے اور اس کو لگائے گا ہک سے چونکہ عام مارکیٹ ریٹ پر وصول کرنے کا معمول ہے تو اقتضاء یہ یکلا کم فلٹر خرید کر مارکیٹ ریٹ پر لگا دیجئی میرے ہاتھ فروخت کر دو۔

مال باہر ایکسپورٹ کی ایک صورت

1۔ ہم اپنے ایک عزیز کے ساتھ عرصے تین سال سے بنس کر رہے ہیں۔ اور کاروبار کی نوعیت سرامک ایکسپورٹ کی ہے۔

2۔ کاروبار کا آغاز اس طرح ہے کہ ہم پاکستان سے مال خود خریدتے تھے اور 50000 روپے ہر کنٹینر پر پروفٹ رکھتے تھے اور وہ مال ان کو سعودیہ بھجتے تھے۔

3۔ اب کچھ ذاتی معاملات کی بناء پر خود کام کرنا مشکل ہو گیا ہے اور ہم نے اس سے درخواست کر لی کہ آپ اس رقم کی مدد سے خود مال خرید لیں اور ہمیں ہمارا پروفٹ دیئے جائیں۔ اور وہ لوگ اس پر تیار ہو گئے ہیں۔

4۔ ہم دونوں پارٹیوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ جیسے ہم آخری دوساروں میں جتنے کنٹینر بھیجا کرتے تھے وہ بھی اتنے ہی کنٹینر لیں گے۔ تاکہ معاملات اس طرح چلتے رہیں۔

5۔ اب وہ اتنے ہی کنٹینر خریدتے ہیں اور ہمیں ہر ماہ ہمارا حصہ دیتے ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ اگر اس میں کوئی شرعی معاملہ درست نہیں ہے، تو اپنی رہنمائی فرمائیں۔

نوٹ: پہلے جب ہم خود خریدتے تھے تو ہمارا اس وقت ایکسپورٹ کا لائننس بھی تھا جواب ایکسپورٹ ہو چکا ہے۔ چنانچہ وہ سعودیہ والے رشتہ دار ہمیں پہلے بھیجا کرتے تھے اور ہم آگے کمپنی / فیکٹری کو دیا کرتے تھے۔ اب چونکہ ہم خود کار و بار نہیں کر رہے بلکہ وہ کمپنی سے براہ راست ڈیل کرتے ہیں تو وہ پیسے بھی کمپنی کے پاس براہ راست ٹیٹی کے ذریعے بھیجتے ہیں۔ کیونکہ اب کمپنی ایکسپورٹ ہے۔ ہمیں ایکسپورٹ بننے کے لیے بیشمول لائننس پوراسیٹ اپ بنانا پڑے گا۔

خلاصہ یہ کہ اب مال بھی براہ راست کمپنی بھیجتی ہے اور وہ پیسے کمپنی کو بھیجتے ہیں۔ ہم پرانے حساب سے پر کنٹینر زاپنا منافع لیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس طرح سے ہمارا منافع لینا کیسا ہے؟ اگر ناجائز ہے تو ہم کون سا ایسا طریقہ اختیار کر سکتے ہیں جس سے ہم ناجائز کام سے نجٹ جائیں۔

جواب:

ذکورہ صورت جائز نہیں ہے۔

اگر آپ ایکسپورٹ خود نہیں کر سکتے تو سعودیہ والے آپ کو اپنا کمیشن ایجنت بنالیں۔ پھر آپ سعودیہ والوں کی طرف سے آرڈر دیں اور مال کی جانچ پڑھتاں کریں۔ آپ کے قدر یقین کرنے پر کمپنی والے اس کو سعودیہ والوں کو ایکسپورٹ کر دیں۔ آپ اپنی ایکنٹی پروہ اجرت وصول کر سکتے ہیں جو فریقین کی باہمی رضامندی سے طے ہو جائے۔

• • •

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

اعمال قرآنی

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے قرآن مجید میں بیان کی گئی انبیاء کرام کی دعاؤں، پریشانیوں کے حل کے لئے قرآنی وظائف اور ہمه اقسام روحانی و جسمانی امراض سے شفایاں کے لئے کلام اللہ میں بیان کئے گئے نسخے جات کو سمجھا کر کے ایک کتاب "اعمال قرآنی" کے نام سے مرتب کی تھی جس میں مصیبۃ زدہ عوام اور پریشان حال افراد کے دکھنوں اور مصیبتوں کا قرآن مجید کی روشنی میں حل موجود ہے۔ آپ ہمیں کامل یقین کے ساتھ ان پر عمل کر کے اپنی پریشانیوں سے چھکا را پاسکتے ہیں۔

نظر بد کا مجرب عمل:

وَإِن يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَيْ لِقَوْنَكَ بِإِبَاضَارِهِمْ لَمَا سَمِعُوا الْذِكْرَ وَيَقُولُونَ
إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ۝ وَمَا هُوَ إِلَّا ذُكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝

خاصیت: حسن بصریؓ نے فرمایا ہے کہ نظر بد کے لیے مفید ہے۔

ہر قسم کی حاجتوں کے لیے:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ طِ إِنَّهُ كَانَ غَفَارًا ۝ يُؤْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ

مَدْرَازًا ۝ وَيَمْدُدُكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَيْنِنَ ۝ وَيَجْعَلُ لَكُمْ جَنَّتٍ وَيَجْعَلُ لَكُمْ أَنْهَرًا ۝

خاصیت: چند شخص حسن بصریؓ کے پاس آئے، کسی نے پانی نہ برسنے کی شکایت کی اور کسی نے اولاد نہ ہونے کی شکایت کی اور کسی نے دوسری حاجتوں کے لیے کہا۔ آپ نے سب کے جواب میں فرمایا کہ استغفار کرو۔ ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ نے سب کو استغفار ہی کے لیے فرمایا؟ آپ نے جواب میں انہی آیتوں کو پڑھا اور فرمایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اسی آیت کو ارشاد فرمایا ہے۔ اور اگر پوری سورہ نوح سوتے وقت پڑھ لی جائے تو احتلام سے محفوظ رہے گا۔

• • •

عبدالودود ربانی

جامعہ کے شب و روز

★ جامعہ دارالتسقی کے قدماء کا سالانہ اجتماع 17 فروری بروز اتوار بوقت ظہر تا عشاء الہلال مسجد چوبرجی میں منعقد ہوا۔ جس کے مہمان خصوصی حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب رائے وند اور حضرت مولانا مفتی ابوالباجہ شاہ منصور (جامعۃ الرشید کراچی) تھے۔ اجتماع میں 300 سے زائد فضلاء کرام نے شرکت کی۔

★ مدرسہ فاطمۃ الزہراء کی قدیمات کا سالانہ اجتماع 10 فروری بروز اتوار صبح 9 تا 1 بجے چوبرجی میں منعقد ہوا جس میں 400 سو سے زائد فاضلات نے شرکت کر کے اپنی مادر علمی سے محبت کا ثبوت دیا۔ حضرت مولانا اویس احمد مظلہ اور حضرت مولانا عامر رشید صاحب دامت برکاتہم نے فاضلات کو قیمتی نصائح فرمائیں۔

★ مدرسہ فاطمۃ الزہراء شینخو پورہ کی قدیمات کا جوڑ شینخو پورہ شاخ میں 3 فروری بروز اتوار کو شینخو پورہ میں ہوا۔ جس کے مہمان خصوصی حضرت مولانا داؤد صاحب گوجرانوالہ اور حضرت مولانا عامر رشید صاحب تھے۔

★ جامعہ دارالتسقی کے زیر انتظام مورخہ 3 فروری بروز اتوار بوقت سہ پہر 2 تا 4 بجے الہلال مسجد میں تجهیز و تکفین سیمینار منعقد ہوا جس میں مستند علماء کرام اور مفتیان عظام تجهیز و تکفین اور اس سے متعلقہ مسائل پر روشنی ڈالی۔ اہل علاقہ نے کثیر تعداد میں اس سیمینار میں شرکت کی اور ادارے کی کاوش کو سراہا۔

★ جامعہ دارالتسقی کی تقریب ختم بخاری ان شاء اللہ مورخہ 23 مارچ بروز ہفتہ الہلال مسجد چوبرجی میں منعقد ہوگی۔

★ فضلاء و فاضلات نے جامعہ ہذا کے تحت چلنے والے بیت التقویٰ تعلیم بالغین اور درس قرآن کے لئے اپنی خدمات پیش کیں جس پر ادارہ ان کا شکر گزار ہے۔

• • •

دعوت نامہ

تقریب ختم بخاری شریف



السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ امید ہے کے مراج گرامی پذیر و عافیت ہو گئے

جامعہ دارالتفوی لاہور کے زیر اہتمام شیخ بنی اور بیانات میں ختم بخاری شریف کے موقع پر ایک مبارک تقریب منعقد کی جا رہی ہے۔ جس میں اکابر علماء کرام و مشائخ عظام و امامت برکاتهم تقریب لارہے ہیں۔ آجناہ کو اس بابرکت تقریب میں شرکت کی پر غلوں و ہوت ہے۔ آپ کی آمد ہمارے لئے باعث سرست اور جامعہ دارالتفوی کے طلبہ و طالبات کی حوصلہ فراہمی کا باعث ہو گی۔

موعد: 23 مارچ بروز بند 2019ء

پورن: ۱2:۳۰ AM 09:30

والسلام
اللشوفی جامعہ دارالتفوی

بعض اقسام

مدرسہ سیدنا علی الہمال مسجد نوچور برچی پارک لاہور

03-222-333-224 0321-777-1130 042-37414865 www.darultaqwa.org



جامعہ دارالتفوی کی جانب سے
واٹس ایپ (whatsapp) پر

دنی معلومات کا سلسلہ

جاری ہے۔

آپ بھی اپنے واٹس ایپ پر دنی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

دنی معلومات حاصل کرنے کے لیے

اپنے واٹس ایپ سے RINFO کو کر 03222333224 پر سمجھیں۔

تعاون بائیعہ

باسمہ تعالیٰ



محترم وکرم جناب
السلام علیک ورحمة اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ

اشاعت دین کے لئے اس وقت بہت سے دینی مدارس معروف اعلیٰ ہیں۔ جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ دین کو سارے عالم میں زندہ فرمائے ہیں۔
انہی میں سے آپ کا بنا پھیانا ادارہ **جامعہ دارالتفوی** بھی ہے۔

جب تھرم جامعہ دارالتفوی ابتداء ہی سے تعلیم و تربیت اور تبلیغ کی بنیاد پر قائم کیا گیا ہے۔ جہاں سے اس وقت صرف 25 سال کے عرصے میں مختلف شعبہ جات کے اعتبار سے بالامبالہ ہزاروں طلباء و طالبات فیضیاب ہو چکے ہیں۔

اس وقت بھی تقریباً 34000 طلباء و طالبات چامعکی 20 مختلف شاخوں میں ریتیلیم ہیں۔ الحمد للہ

جامعہ دارالتفوی کی مرکزی شاخ **مسجد الہلal مسجد** میں واقع ہے۔ طلباء کی آمدیں مسلسل اضافے اور دن بدن عام انس کا جموع جامعہ دارالتفوی کی طرف ہر ہفت نکروہ چلے جائیں۔ جگہ کوئی دو گیر مسالک کے پیش نظر جامعہ نے مسجد الہلal کے قریب ہی تقریباً **3 کنال** جگہ خریدی ہے۔

مذکورہ جگہ پر فی الحال شعبہ **خطفۃ القرآن** کے لئے وسیع نوار اور اس طرح سے شعبہ عصری تعلیم کے لئے **اسکول** کی بلند تیریز کا مخورہ طے ہوا ہے۔

اس جگہ تیریز کا تخمینہ لگت تقریباً **6,00,000,00 روپے** ہے۔

جب تھرم! آپ سے انتہا ہے کہ حسب سابق نجی کا اس کام میں ارشاد دین کے اس عظیم منصوبے میں بڑھ پڑھ کر حصہ ڈالیں۔

آپ کا تعاون دنیا کا آخرت کی خوشی و حرمت کا ذریعہ ثابت ہو گا۔ انشا اللہ



والسلام انتظامیہ جامعہ دارالتفوی
وَمَا انفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (القرآن)

اور جو کچھ تم را خدا میں خرچ کر دے تو وہ اس کا بہترین بدلتے گا اور وہ بہترین دینے والا ہے۔

تعمیر میں تعاون کیلئے:

آن لائن عطیات جمع کرنے کیلئے:

Account Title:
Madrasa Fatima-tu-Zahra
Branch Code: 0140224
0010004203780017
الائیڈ بک لائیٹنڈ من آپا دلا ہور

نقد تعاون:

دفتر جامعہ دارالتفوی متصل جامع مسجد الہلal
چوبرجی پارک لاہور
042-37414665
0321-7771130

مرکزی دفتر جامعہ دارالتفوی متصل جامع مسجد الہلal چوبرجی پارک لاہور

www.darultaqwa.org



بماکے دارالتقویٰ کے زیراہتمام بذریعہ ملٹی میڈیا پروجیکٹ

علماء و مفتیان کرام سے استفادے کا موقع

عنوان 2019ء

استقبالِ رمضان

وقت اور دن کی ترتیب پچھلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں۔



☆ استقبالِ رمضان کا طریقہ

☆ فضائلِ رمضان

☆ روزہ، تراویح اور اعتکاف کے فضائل و مسائل

☆ مزید بہت سادیٰ و اصلاحی فائدہ

منجانب: اہل، شوری جامعہ دارالتقویٰ مرکزی دفتر: متصل جامع مسجد الہلال، چوبی گی پارک، لاہور

📞 +923222333224 📩 darultaqwa.online@gmail.com 📩 ifta4u@yahoo.com

🌐 www.darultaqwa.org 📱 /jamiadarultaqwa 📱 Mufti Online: +923004113082